هب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء

تربیت الاطفال

ازافادات

قدردان فضیلت علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ

تاج ہند جی، سی، ایس، آئی - جی، سی، آئی، ای - فرمانروائے

بھوپال اداہما اللہ بالعز والاقبال

جس مین

بچون کی تربیت کے اصول کو نہایت وضاحت و عمدگی کے ساتھ درج کیا گیا ہے

اور جو

(مطبع دارالاقبال بھوپال مین باہتمام محمد عبید اللہ پرسنل اسسٹنٹ مہتمم مطبع طبع ہوئی)

۱۳۳۲ھ

۱۹۱۴ء

کتبہ نصیر الدین

تربیت الاطفال

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

سب سے اول ہم کو خدائے برتر کی مدد کا طالب ہونا چاہئے اور خشوع وخضوع قلب کے ساتھ وہ دعائیں مانگنی چاہئیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں جیسے رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ دیکھو یہ کیسی مبارک اور جامع دعا ہے جو تمام تمناؤں پر محیط ہے اور جس میں تربیت کا صاف اشارہ ہے یعنی اے پروردگار اپنی جناب سے مجھ کو نیک اولاد عنایت فرما کہ تو سب کی دعائیں سنتا ہے۔

اسی طرح رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ کا ورد رکھنا چاہئے، لیکن اسی کے ساتھ مصمم قصد اور کوشش و تدبیر کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ در اصل کوشش و تدبیر ہی وہ چیزیں ہیں جن سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہوتی ہیں اور عظیم الشان کام سرانجام پاتے ہیں۔ پس ایک طرف خدا سے عاجزی اور الحاح کے ساتھ دعا مانگی جاے اور دوسری طرف ایسی تدابیر کی جائیں کہ اولاد صالح ہو

اور یقیناً دُعاؤن کی برکت اور مصمم ارادون کے نتائج سے ذریتہً طیبتہً اور اولاد صالح ملے گی ، پھر تربیتِ اخلاق مین ہمکو تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل کرنا اور آن حضرت صلعم کی زندگی اور سنن و احادیث کو جو سرچشمہء اخلاق ہیں پیش نظر رکھنا چاہئے ، جب ہم اِن طریقون پر عمل کرین گے تو اس مین شک نہین کہ ہماری قوم کی اخلاقی روشنی دنیا کو منور کرسکتی ہے -

عمدہ تربیت کی ضرورت اور اُس کی اہمیت سے ہر شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے واقف ہے اور اس مسئلہ پر یہان زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین لیکن مختصراً اس قدر ضرور کہون گی کہ تربیت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم بچون مین وہ تمام فضائل مثلاً شایستگی ، تہذیب اخلاق پاکیزگی خیال اور دیگر صفات حسنہ پیدا کرسکتے ہین جن کی ہر زمانہ مین اور ہر جگہہ قدر کی جاتی ہے اور جن کی وجہہ سے انسان ہر سوسائٹی مین وقعت و عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ، اُسی سے وہ روح یا جوہر بھی پیدا ہوتا ہے جو دنیا کے بڑے آدمیون کا مایۂ افتخار ہے اور جس کی وجہہ سے انہون نے دنیا کی تاریخ بدل دی ہے اور ایسے ایسے کام کئے ہین کہ اُن کے کارنامون نے قومی تاریخ سے گذر کر تاریخ عالم مین ممتاز جگہہ پائی ہے -

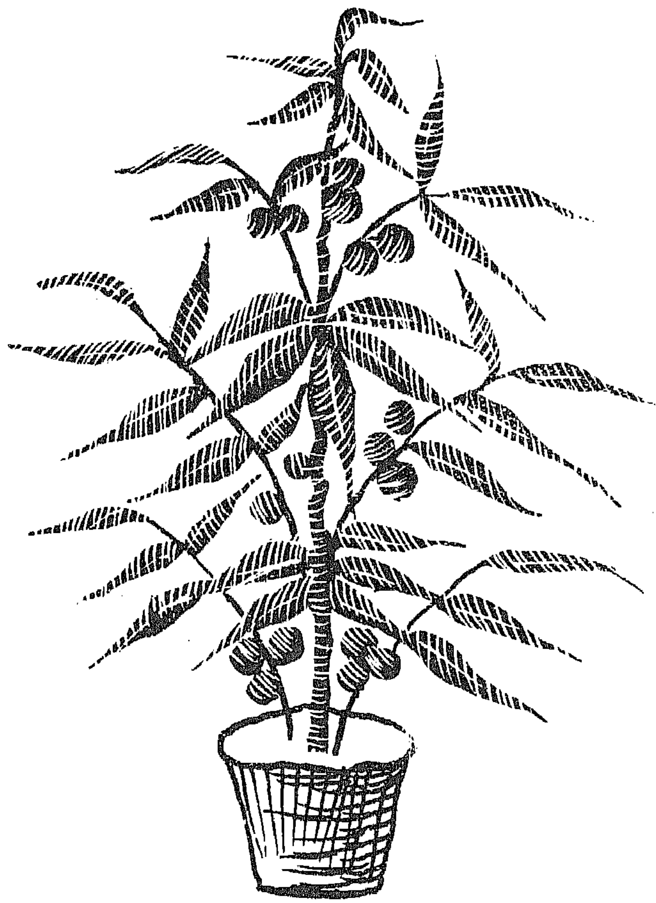
ہماری تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ جب ہمارے اسلاف نے اِس پر عمل

کیا ہے تو اُنھوں نے کیا کیا مدارج حاصل کئے ہین۔

ایک عرصہ ہوا کہ ہماری قوم اِس متاع گران مایہ کو کھو چکی تھی، مگر اب خدا کا شکر ہے کہ کچھ توجہ اگرچہ وہ بہت ہی خفیف ہے اِس زمانہ امن و ترقی اور دور تعلیمی مین پھر پیدا ہو چلی ہے؛ مسلمانون کے لئے بچون کی عمدہ تربیت نہ صرف دنیاوی مسرتون کا باعث ہے بلکہ آخرت کی خوشی بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے

یہ کس قدر خوشی کا موجب ہے کہ تعلیم کے رواج سے مسلمانون کو تربیت اولاد پر توجہ ہو چلی ہے، مگر افسوس ہے کہ ابھی ہمارے ادب مین اس قسم کی کتابون کی بہت ہی کمی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اِس کے متعلق ایسا کافی ذخیرہ مہیا کیا جائے کہ عورتین جن پر قدرت نے اِس مقدس فرض کی انجام دہی کی ذمہ داری عائد کی ہے اس سے بہرہ اندوز ہون اسی وجہ سے مین نے اپنی صنف کے لئے یہ رسالہ جس مین تربیت کے صحیح اور کارآمد اصول پر بحث ہے ترتیب دیا ہے، اتفاق سے مجھے اس موضوع پر ایک انگریزی کتاب کے مطالعہ کا بھی موقع ملا اور اُس کے مضامین مجکو بے حد پسند آئے اِن سے بھی اس رسالہ مین امداد حاصل کی گئی۔

امید ہے کہ جو والدین اپنی اولاد کی تربیت کا ارادہ رکھتے ہین اُن کے لئے یہ رسالہ بہت مفید اور اِس مقصود کے حصول کے لئے رہنما ثابت ہوگا



تربیت اطفال کی ضرورت

حضرت امام غزّالی رحمتہ اللہ علیہ جو علماء و حکماء اسلام مین نہایت زبردست عالم اور حکیم امت تھے، اپنی کتاب "کیمیاے سعادت" مین بچّون کی تربیت اخلاق کی نسبت فرماتے ہین کہ :-

فرزند مان باپ کے پاس ایک امانت ہے اور اس کا دل پاک اور نفیس موتی کی طرح ہے، موم کی طرح نقش پذیر لیکن سب نقشون سے خالی ہے اور زمین پاک کے مثل ہے جو تخم تم اُس مین بوؤگے وہ اوگے گا، اگر لڑکے کے دل مین نیکی کا تخم بوؤگے تو دین و دنیا کی سعادت اُس کو نصیب ہوگی، مان باپ اور معلم اُس کے نیک کامون کے ثواب مین شریک رہین گے اگر نیکی کا تخم نہ بوؤگے تو لڑکا بدبخت ہوگا اور جو فعل اُس سے سرزد ہون گے اُس کے مواخذہ مین مان باپ اور معلم شریک ہونگے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا یعنی بچاؤ تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آتش دوزخ سے ۔ بہ نسبت

آتش دنیا کے آتش دوزخ سے بچانا بہت ضرور ہے ، اور اُس کو
آتش دوزخ سے بچانے کے یہی معنی ہین کہ اُسے باادب بنائے ۔
نیک اخلاق سکھائے اور بُری صحبت سے بچائے کہ صحبت بد سب
بُرائیون کی جڑ ہوتی ہے ۔"

یہ نصیحت دراصل ایک اجمال ہے جس کی تفصیل و تشریح مین کئی ضخیم کتابین لکھی جا سکتی ہین لیکن اس رسالہ مین مختصر طور پر اس اجمال کی کسی قدر تشریح کی جائے گی

اصُول تربیت

تربیت اطفال ایک ایسا کام ہے جسکی تکمیل اُس وقت تک ممکن نہین جتک کہ والدین کی طرح تمام خاندان جو ایک جگھہ رہتا سہتا ہو اور تمام نوکرجن سے ہر وقت سابقہ پڑتا ہو اُن اصول پر عمل درآمد نہ کرین جن پر تربیت کا دارومدار ہے، کیونکہ جس طرح ہوا، پانی، غذا وغیرہ کو انسان کے جسمانی نشوونما مین دخل ہے، اسی طرح والدین، اعزہ، اور ملازمون کے حرکات وسکنات اخلاق وعادات اور اشغال وخیالات اور اُن تمام امور کو جن کا تعلق محسوسات سے ہے بچے کی تربیت اخلاق مین دخل ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ابتدا ہی سے اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا جاے یہ خیال کرنا کہ بچہ مین سن تمیز کو پہنچکر خود بخود تہذیب آجاے گی یا وہ جوان ہوکر خودبخود سمجھ جاے گا ایک ایسی غلطی ہے جس کی تلافی کسی طریقہ سے بھی آیندہ ممکن نہوگی۔

دوسری خرابیون سے اگر قطع نظر بھی کرلی جاے تو آج کے کام کو کل پر چھوڑنا ہی ایک ایسی فاش غلطی ہے جس کے نقصانات مُسلّم ہین اور اُس پر کسی بحث کی ضرورت نہین۔

یہ تو روزمرہ کے تجربے اور مشاہدے کی بات ہے کہ جب ابتدائی بد احتیاطیون

کے سبب سے انسان کی جسمانی تندرستی خراب ہو جاتی ہے تو وہ پھر اپنی تندرستی کا کیسا ہی خیال کیون نہ کرے اور حفظان صحت کے اصول کا کتنا ہی پابند کیون نہ ہو جاے مگر وہ صحت و تندرستی جو اُن بد احتیاطیون سے پہلے تھی پھر کبھی نصیب نہین ہوسکتی بہت سے بچے کامل نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے ایسے امراض مین مبتلا ہو جاتے ہین جن کا خمیازہ جوانی ہی مین نہین بلکہ بڑھاپے مین بھی اُٹھانا پڑتا ھے، پھر اگر عدم نگرانی کی وجہ سے وہ روحانی صحت کے برکات سے محروم ہو جائین تو خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط کا مصداق ہونگے ،

غرض بچون کے باادب، نیک، اور سلیم المزاج بنانے کے لئے والدین کی طرح اعزا و اقربا کی توجہ اور نوکرون کی شایستگی کے علاوہ اُن سب کے ایک خاص طرز عمل اختیار کرنے اور ایک اصول کے پابند رہنے کی سخت ضرورت ہے کیون کہ جو کام بے اصول اور بے قاعدہ ہو کبھی نہین چل سکتا، لیکن اصول کی پابندی کے یہ معنی نہین ہین کہ جن امور کو ایک مرتبہ اختیار کر لیا جاے اُن مین پھر کوئی تغیر و تبدل ہی نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہے کہ تربیت کا ایک معیار مقرر کر لیا جاے اور اُس کو ایک لایق طبیب کے طرح جو مریض کے تمام تغیرات کو نظر مین رکھتا ہے بچے کی حالتون اور اُس کے تغیرات مزاج و عمر کا لحاظ کرتے ہوے پیش نظر رکھا جاے، تربیت کا اصل اصول یہ ہونا چاہئے کہ بچے مین اُن صفات کے پیدا کرنے کی تدابیر اختیار کی جائین جو انسان کو نیک انسان بناتی ہین

جب یہ اصول پیش نظر ہوگا تو وقتاً فوقتاً عقل کی رہبری سے اس کے لئے مختلف طریق اختیار کئے جا سکتے ہین اور اس کا سب سے آسان اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم بھی ویسے ہی ہو جائین جیسا کہ ہم دوسرے کو بنانا چاہتے ہین۔

اس مین شک نہین کہ ابتدا مین بہ کثرت دقتین اور سختیان بلکہ ایک قسم کا جبر ان تدبیرون کے لئے اٹھانا ہوگا، لیکن یہ سب بارہا اُس مصیبت سے کم ہونگی جو مصیبت کہ بچے کے جوان اور صاحب فہم ہونے کے بعد والدین یا مربیون کو پیش آتی ہے۔

اکثر والدین بعض اوقات بچون کی ضد اُن کے رونے اور مچلنے سے تنگ آکر پوری کر دیتے ہین لیکن پھر اُن کی ضد جو تکلیف پہونچاتی ہے اُس کا اندازہ یقیناً اُن والدین کو ہوگا جو ایسا کرنے کے عادی ہین۔

بعض بچے جن کو ادب وسلیقہ نہین سکھلایا جاتا، باپ یا مان کو کسی مجلس یا تقریب مین جاتے ہوے دیکھکر ساتھ جانے کے لئے مچل جاتے ہین اور جب اُن کو ہمراہ لیجاتے ہین تو اس تقریب یا مجلس مین اُن کی بدسلیقگی اور بدتمیزی سے جو کچھ ندامت اٹھانی پڑتی ہے وہ دل ہی جانتا ہے۔

بچون کو حصول مقصد کے لئے بہت سی تدبیرین فطری طور پر سوجھتی رہتی ہین اگر والدین ان باتون کی تہ کو نہ پہونچین اور اُن کی مقصد برآری کرتے رہین تو وہ ایسی تدابیر اختیار کرنے کے عادی ہو جائین گے۔

بچون کی تربیت مین تربیت دینے والون کے استقلال مزاج کو بہت دخل ہے اگر ایک بچہ کی تربیت بھی استقلال کے ساتھ اُن اصول کے مطابق ہوگی جن کا ذکر تفصیلی اس کتاب کے آیندہ ابواب مین کیا گیا ہے تو پھر دوسرے بچّون کی تربیت مین بہت سہولت ہوگی ، چھوٹے بہن بھائی بڑے بہن بھائیون کی تقلید کرین گے اور اس طرح گھر مین ایک طریقہ قائم ہو جائے گا سب کو عادت پڑ جائے گی اور دوسرے بچون کے لئے ایک بہترین نمونہ اور اعلیٰ مثال پیش نظر رہیگی ، لیکن اگر استقلال کے ساتھ اُن مقررہ طریقون کو نباہا نہ گیا اور کبھی ایک بچے کے ساتھ بھی مقرر کردہ طریقون سے تجاوز کیا گیا یا ایک کو دوسرے پر کسی قسم کی ترجیح دی گئی یا جو بات ایک بچّے کے لئے جائز سمجھی گئی اور دوسرے کے لئے نا جائز تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایک بچے کے دل مین غرور اور نخوت پیدا ہو جائیگی ، اور دوسرے کے دل مین حسد و نفاق

جن گھرون مین کئی بچے ہوتے ہین اُن مین جس طرح یہ آسانی ہوتی ہے کہ اگر بڑے بچّے کی تربیت اخلاق پر پوری توجہ کر لی جائے تو دوسرے بچون کے لئے اس قدر توجہ کی ضرورت نہین ہوتی ، کیون کہ چھوٹے بچون کی بالعموم یہ خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ اُن کا بڑا بھائی کرتا ہے وہ بھی وہی کرین اسی طرح یہ دشواری بھی ہے کہ اگر بڑے بچے کی تربیت مین کسی وجہ سے ناکامی ہوئی اور اُس مین بُری عادتین پیدا ہوگئین تو اُس کی بُرائیان

دوسرے بچون تک متعدی ہونگی کیونکہ بڑے بچے چھوٹے بچون کے معلم ہوتے ہین اوران کے سامنے جس طرح وہ اپنی بہترین مثال پیش کرتے ہین اسی طرح بُری مثال بھی قائم کرتے ہین ، پس جہان تک ممکن ہو ہمیشہ پہلے بچے کی تربیت مین کامل توجہ اور ہوشیاری رکھنی چاہیئے۔ اگر کوئی عیب اُس سے ظاہر ہو تو فوراً اُس کی اصلاح اور ایسی کوشش کرنی چاہیئے کہ اُس کے عیب دوسرون تک متعدی نہ ہون ۔

بچون کے باہمی طرزعمل کی نگرانی مربی کا خاص کام ہے کیونکہ بچے گو آپس مین ہل مل کر رہتے ہین جس سے انمین ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے جو سب سے زیادہ ضروری اور مفید ہے لیکن ان مین اس قدر عقل نہین ہوتی کہ وہ اچھے بُرے مین تمیز کرسکین اور ایک دوسرے کی بُرائیون سے محفوظ اور بھلائیون سے متمتع ہوتے رہین ۔

اگر سن تمیز سے پہلے یہ اطمینان بھی ہو جاے کہ بچون مین عمدہ اخلاق پیدا ہو گئے ہین تو بے پروائی اختیار نہ کرنی چاہیئے ، کیونکہ یہ زمانہ نہایت نازک ہوتا ہے اور چونکہ اس عمر مین نیکی اور بدی کے قبول کرنے کا مادہ بہت ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ ایک بُری عادت کی بدولت تمام عمدہ عادتین خاک مین ملجائین ۔

سن رشد کا زمانہ بھی مدد کا محتاج ہے کیونکہ گو اس وقت مین اُن کو نیک

وبد مین امتیاز کی قوت پیدا ہو جاتی ہے تاہم وہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت سے امور مین مشورہ کے محتاج ہوتے ہین ، اوران مشورون مین اُن تجربات بہت مدد ملیگی جواُن کے والدین اور مربیون کو عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرنے کے بعد حاصل ہوئے ہون گے ۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ شادی کے بعد ہی سے اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کرے کہ اُسے اپنی اولاد کو کس طرح اور کیا تربیت وتعلیم دینی چاہئے کیونکہ تربیت کا زمانہ دنیا مین مولود کے پہلے سانس لینے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے اور مان کی گود ہی سے اس کی ابتدا ہوتی ہے ۔

نوٹ :— ہندوستان مین عموماً کافی موقع ایسے غور کے لئے نہین ملسکتا کیون کہ شادی شدہ لڑکون کو خود ہی تربیت کی احتیاج ہوتی ہے ایک لڑکا جس کی عمر ستره[۱۷] اٹھارہ[۱۸] سال کی ہو اور جو اسکول یا کالج مین اپنی زندگی بسر کر رہا ہو وہ کیا اس مسئلہ پر غور کرسکتا ہے ؟ اگر ہم یہ باور کرلین کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے اس کی وہ تعلیم جو اُس نے گھر اور مدرسہ مین حاصل کی ہے مددگار ہوگی تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ لڑکی جسکی عمر تیرہ[۱۳] چودہ[۱۴] سال کی ہو اور جس نے اپنے گھر مین کچھ تھوڑا سا پڑھا لکھا ہو یا کسی مدرسہ مین معمولی تعلیم پائی ہو اور بوجہ شرم ولحاظ کے جو ہندوستانی عورتون کا ایک مخصوص تمغۂ شرافت ہے اُس کو ایسے مسائل پر تبادلہ

تربیت مین والدین کی لطف آمیز اور پُر متانت فہائش کو بڑا دخل ہے لیکن بعض اوقات تنبیہ سے بھی کام لینا ضروری ہوتا ہے اور ان سب باتون کو موقع بہ موقع استعمال کرنا بہت بڑی عقل و فہم کا کام ہے ، اگر تنبیہ کی جگہہ صرف فہائش یا فہائش کی جگہہ تنبیہہ کی جاے گی تو اس کے نتائج ہرگز اچھے نہین پیدا ہو سکتے ۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) خیالات کا موقع نہ ملا ہو اپنے بچون کے اوقات کا انضباط کر سکے ۔

بطور جملہ معترضہ مین اس موقع پر یہ لکھنا بھی ضروری سمجھتی ہون کہ چونکہ لڑکیون کی مدت تعلیم بمقابلہ لڑکون کے کم ہے اس لئے ابتدا سے ہی اُن کے نصاب تعلیم مین تربیت اولاد کا مضمون داخل ہونا چاہئے ۔ مین اس خیال کی حامی نہین ہون کہ ہندوستان یا ہندوستان جیسے گرم ملکون مین تکمیل تعلیم کے لئے زیادہ عمر تک شادی نہ کی جاے ، میری راے مین لڑکون کے لئے بیسوان[۲۰] یا اکیسوان[۲۱] سال اور لڑکیون کے لئے سولھوان[۱۶] یا سترہوان[۱۷] سال شادی کے لئے موزون عمر ہے ، کیونکہ ان ملکون مین یہی زمانہ شباب کا ہے اور زمانہ شباب مین شادی بہت سی بداخلاقیون کا انسداد کرتی ہے ۔

انحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ

بچون کی آزادی اور پابندی بھی نہایت قابل توجہ امر ہے اگر ان کو خطرناک کامون کے لئے آزادی دی جاے گی یا مفید و عمدہ اور تفریح کے کامون مین مداخلت ہوگی یا اُن کے خلاف منشا کسی کام کے لئے خواہ مخواہ اُن کو مجبور کیا جاے گا تو اُن کے لئے ایک بڑی مصیبت ہو جاے گی، بعض چھوٹے بچے اپنی خوشی سے ایسی پیاری پیاری حرکتین کرتے ہین جن کے دیکھنے سے کبھی سیری نہین ہوتی لیکن ہر وقت تو وہ ایسی حرکتین نہین کر سکتے اگر ان کو اُن دل لبھانے والی حرکتون کے لئے مجبور کیا جاے تو یقیناً وہ ہر وقت ایسا حکم ماننے کے لئے تیار نہین ہو سکتے، اسی طرح اگر کانچ کے برتنون سے کھیلنے، یا لیمپ وغیرہ چھونے یا انگارہ اُٹھانے اور ایسی ہی دوسری مضرت رسان حرکات کی آزادی دیدی جاے تو یقیناً خطرہ مین مبتلا ہو جاینگے، پس ان دونون باتون کے لئے موقع اور محل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ "

یعنی اے جوانون کے گروہ جس شخص کو تم مین سے عقد نکاح کا مقدور ہو اُسے نکاح کرنا چاہیئے، کیونکہ اس سے آدمی دیدہ ہوائی نہین ہونے پاتا اور پاکدامنی بھی محفوظ رہتی ہے۔

جہان مین زیادہ عمر تک شادی نکرنے کی مخالف ہون وہان مین اس سے بھی اختلاف رکھتی ہون اور مضر صحت سمجھتی ہون کہ صغر سنی مین شادی کردی جاے"

اکثر گھروں میں بچہ بڑوں کا ایک کھلونا بنا لیا جاتا ہے اور اس کو دل بہلانے کی ایک چیز سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ عقلمندی کے سخت خلاف ہے بچہ کی حرکتوں پر چشم پوشی کرنا بھی موقع بےموقع ہونا چاہیئے، اگر اُس کے ہر ایک قصور یا حکم عدولی پر ہمیشہ چشم پوشی کی جاے تو اس کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو جاے گا کہ وہ کسی قصور کا مرتکب نہیں ہوتا، اسی طرح اگر بات بات پر تنبیہ کی جاے تو اس میں بےحیائی پیدا ہو جاے گی۔

اگر بچوں سے کوئی غلطی واقع ہو جاے تو اُس کو بہت آہستگی کے ساتھہ تنہائی میں سمجھا دینا چاہیئے کہ یہ بات اچھی نہیں تھی، لیکن خیر اب تو ہوگئی آیندہ نہیں ہونا چاہیئے، اور تم ایسے اچھے بچے ہو کہ انشا اللہ پھر نہیں کروگے

ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ لوگوں کے روبرو زجر و توبیخ سے بچوں میں بےحیائی پیدا ہوتی ہے اور اگر اُن کو تنہائی میں سمجھا دیا جاے تو وہ بہت زیادہ نادم ہوتے ہیں اور اُس قصور کی شہرت نہ ہونے کو غنیمت جانتے ہیں اور اُن کو یہ خیال آیندہ احتیاط کی ترغیب دیتا ہے کہ اس وقت تو ہمارے قصور سے صرف وہی شخص واقف ہے جو دنیا میں ہمارا سب سے بڑا شفیق ہے، اگر پھر قصور کریں گے تو شہرت ہوگی اور لوگ ذلت کی نظر سے دیکھیں گے۔

تنہائی میں نرمی کے ساتھہ فہمائش کرنا ہمیشہ لوگوں کے سامنے سختی

کے ساتھ سمجھانے سے زیادہ مؤثر ہے اور اس فہمائش کا بھولنا قریب قریب ناممکن ہوتا ہے۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کوئی بد عادت نہ تو فوراً پڑ سکتی ہے اور نہ فوراً چھوٹ سکتی ہے، لیکن کسی بد عادت سے محفوظ رکھنے کے لئے اس طریقہ کا اختیار کرنا سود مند ہوگا کہ اُس بُری عادت مین مبتلا ہونے اور اُس کا خمیازہ اُٹھانے سے پہلے یا بعد اُس کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی جاسے اور اُس کی بُرائی کماحقہ بچہ کے ذہن نشین کردیجائے مین اُس وقت جب کہ وہ اپنی غلطی سے کسی تکلیف مین مبتلا ہو اُس کو لعنت ملامت کرنا اُس کے غمزدہ دل کو مایوس بناتا ہے، ایسی صورت مین اس طرح نصیحت کرنی چاہئے کہ وہ ہمدردی کی قدر کرے اور اُس کا احسان مند ہو اور اگر اُسی وقت خفگی کی گئی یا ایسی باتین روا رکھی گئین جن سے اُس کی تکلیف مین زیادتی ہو تو اُس مین نا امیدی پیدا ہو جاسے گی اور وہ مایوس ہو جاسے گا، اور آیندہ ایسے نقصانات کو چھپانے کی کوشش مین رہیگا جس سے پھر اصلاح کا موقع جاتا رہیگا۔

والدین کی یہ سب سے بڑی عقلمندی ہے کہ وہ یہ بات بچون کو ذہن نشین کردین کہ وہ اُن کے صادق اور راز دار دوست اور شفیق ناصح ہین۔

عموماً بچون کی خراب خصلتون یا بُرے افعال سے والدین کو صدمہ

ہوتا ہے ، لیکن کبھی محض اس لئے کہ بچون کو رنج نہ ہو اظہار ملال نہین کرتے اور اس طرح وہ اپنے بچون ہی کو ایک قسم کا دہوکا دیتے ہین۔

اگر ان کو اس بات کا اعتماد ہے کہ اُن کے بچے نہ صرف اُن کی عزت کرتے ہین بلکہ محبت کرتے ہین تو فوراً اپنا رنج ظاہر کر دینا چاہیئے ، وہ سعید اولاد جس نے عمدہ تربیت سے سعادت حاصل کی ہے ضرور اِس رنج سے متاثر ہو کر آیندہ کے لئے احتراز کریگی ، ورنہ پہلے خود اس بات کا افسوس کرنا چاہیئے کہ اُن کے اخلاق اس قسم کے ہین اور اُنھون نے تربیت مین ایسی بے پروائی کی ہے کہ خود اُن کے بچے بھی اُن سے محبت نہین کرتے جو در اصل محبت کے فرشتے ہوتے ہین۔

غرض در گذر کرتے اور سزا دیتے وقت اس کا پورا لحاظ رہے کہ چشم پوشی سے حکم عدولی اور سزا سے بے حیائی کی عادت نہ پڑجائے۔

اصلاح کا سب سے بہتر یہ طریقہ ہے کہ بچون کو اُن کے قصور اور غلطی کی نسبت یہ ذہن نشین کرا دیا جاے کہ جو کچھ اُنھون نے کیا ہے ایک بُرا کام ہے اور بُرے کامون سے احتراز لازم ہے۔

جب کسی بچہ کے دل مین بُرے کام سے پرہیز کرنے کا خیال راسخ ہو جاے گا اور وہ یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ مین کر رہا ہون ایک بُرا کام ہے تو وہ ہمیشہ اس سے احتراز کرے گا۔

عموماً والدین کو لئے بچون کی پرورش کے زمانہ مین جب کہ وہ بیمار ہوتے ہین ایک نازک وقت ہوتا ہے اس موقع پر اُن مین انتہائی ضد پیدا ہو جاتی ہے اور والدین کو عجیب عجیب طرح سے ناز برداری کرنے کے لئے مجبور کرتے ہین لیکن جن بچون کو ابتدا ہی سے ہٹ نہ کرنے کی عادت ڈال دی جاتی ہے اُن کی تیمار داری کچھ مشکل نہین ہوتی۔

ضدی بچون کو بدذائقہ دوا اور غذا کا پلانا اور کھلانا نہایت مشکل کام ہے اور اس لئے نہ صرف اُن کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے بلکہ اُن کو لالچ بھی دیا جاتا ہے اور یہ گھر بھر کے لئے ایک بڑی مصیبت ہوتی ہے جو صرف عمدہ تربیت نہ ہونیکا نتیجہ ہے۔

اکثر ماں باپ بچون کے دلون مین مار پیٹ کا خوف پیدا کرتے ہین مگر اس اصولی غلطی کے نقصانات کو وہ محسوس نہین کرتے بچون کو اس طریقہ پر تربیت دینی چاہئے کہ جب اُن کو یہ معلوم ہو کہ اُن کی کسی بات سے ماں یا باپ کو رنج پہونچا ہو تو وہ خود متاثر ہو کر اس امر کی کوشش کرین کہ تعمیل حکم کر کے ان کو خوش کر دین۔

سزا ایسے طریقون سے دی جائے جو نرم ہون اور ان کا اثر دلون پر قائم ہو جائے، مثلاً جب کوئی بچہ حکم عدولی کرے تو اُس کو بجائے جسمانی سزا کے یہ سزا دی جائے کہ ایک کمرہ مین علیحدہ بٹھایا جائے

یا سیر و تفریح کو ساتھ نہ لیجایا جاے یا کسی کھیل تماشے مین اُس کو نہ بھیجا جاے یا اُس روز گھر سے باہر نہ جانے دیا جاے اور بتا بھی دیا جاے کہ یہ فلان قصور کی سزا تم کو دی جاتی ہے۔

بعض وقت بچہ کو غذا کی کمی یا ایک وقت مطلق غذا نہ دینا بھی ایک عمدہ سزا ہے اور بچہ پر اس کا بہت مفید اثر ہوتا ہے۔

بچون کی خوشامد کرنا یا اُن کو لالچ دیکر کسی حکم کی تعمیل کرانا ایک ایسی غلطی ہے جسکی تلافی بہت مشکل سے ہوسکتی ہے یہ دونون باتین اُن کے اخلاق اور آیندہ زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہین اور یہ طریق اصول تربیت کے برخلاف ہے غرض سزا و تنبیہ کا وہ طریقہ اختیار کیا جاے جو معقول طور پر مؤثر ہو اور شفقت کا اظہار ایسے طور پر کیا جاے جس مین تعلیم و تربیت کا مقصد ہاتھ سے نہ جانے پاے۔

اگر موقع پر نصیحت نہ کی جاے یا کسی ایسے کام کی ہدایت کی جاے جس کی تعمیل یا برداشت بچہ کی طاقت سے باہر ہو تو وہ اُس کو سُن تو لین گے لیکن اُس پر توجہ نہین کرین گے۔

بچون کو صرف یہ کہدینا کہ یہ کام کرو اور یہ کام مت کرو ہرگز مفید نہین ہے، بلکہ جس کام کے کرنے کو اُن سے چاہا جاے یا جس کام کے کرنے سے باز رکھا جاے اُس کی تمہید اُٹھا کر اور اُن کی سمجھ کے مطابق دلائل بیان

کرکے سمجھا دیا جاوے ، اور بہت طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے تاریخی و اخلاقی قصے اُن کو سُنائے جائین جن سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہون کہ انسان پر اُس کی بداخلاقی ، نافرمانی اور مذہبی بے پروائی سے کیا کیا تباہی آئی ہے ۔

بچون کو عمدہ اخلاق کا خوگر اور بُری باتون سے متنفر کرنے کے لئے سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین خود عملی طور پر ایسی باتون کے پابند ہون ، بچون کو جب استقلال ، محبت ، حلم ، تہذیب و دور اندیشی وغیرہ کی تعلیم دی جاوے تو والدین بھی اپنے افعال و اقوال مین ان صفات کی مثالین اُن کے سامنے پیش کرتے رہین ، وہی ناصح بہتر اور باثر ناصح ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو بے داغ رکھتا اور خود اپنا ایک باصفا اور مکمل نمونہ اپنی اولاد کے سامنے پیش کرتا ہے ۔

سب سے زیادہ مفید اور مؤثر امر یہ ہوگا کہ پہلے بچہ کے دل مین مذہب کی عظمت قائم کی جاوے اور اس عظمت کے قائم کرنے مین اگر والدین خود شعائر مذہب کے پابند ہون تو کچھ زیادہ تکلیف اُٹھانی نہ پڑیگی ۔

یہ مشاہدہ ہے کہ جن مسلمان گھرون مین نماز کی پابندی ہوتی ہے چھوٹے چھوٹے سے بچے محض تماشا یا نقالی کی غرض سے جانماز پر کھڑے ہو جاتے ہین اور قیام و رکوع اور سجود و قعود کرتے ہین بظاہر

یہ ایک تماشہ ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ اس بات کو جتاتے ہین کہ گردوپیش کے واقعات کا اُن کے قلب پر کیا اثر ہوتا ہے اور اُن کے دلون مین عظمت مذہب کی استعداد قبولیت کس حد تک موجود ہے اگر اسی زمانے سے والدین اخلاق پاکیزہ اور اعمال حسنہ کی تعلیم قول و فعل دونون سے دین تو یقیناً بچون کے اخلاق مین اعلیٰ درجہ کی شایستگی پیدا ہو جائیگی جو زندگی کے ہر دور مین اُن کے کارآمد ہوگی۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ تعلیم و تربیت جس مین مذہبی عنصر شامل نہ ہو محض سطحی ہوتی ہے، اور اُس کا اثر پائدار نہین ہوتا۔

ماں کی شفقت بے انتہا نفع پھونچاتی ہے، لیکن اگر یہ شفقت تعلیم اور تجربہ کی روشنی مین کی جائے تو بہت ہی قوی اور پُرتاثیر ہوسکتی ہے۔

ہمارے ملک مین اور خصوصاً مسلمانون مین تعلیم نسوان ابھی ابتدائی حالت مین ہے، اور اس کو شروع ہوئے دراصل ایک صدی کا دسوان حصہ بھی نہین ہوا، لیکن اس سے پچاس ساٹھ برس قبل بلکہ اس سے بھی پہلے جب کہ موجودہ تعلیم کا نام و نشان بھی نہ تھا جن عورتون نے صرف مذہبی تعلیم حاصل کی تھی اور اپنے بچون کی تربیت اُصول مذہب و اخلاق پر رکھی تھی ہم دیکھتے ہین کہ وہ

بچے دنیا مین نہایت نامور اور مدبر مانے گئے ہین ، اب تو کچھ کچھ تعلیم بھی شروع ہوگئی ہے اور یقین ہے کہ ہندوستانی عورتین تعلیم حاصل کرکے ان فرائض کو جو فطرت نے تربیت و تعلیم اولاد کے متعلق اُن کے ذمہ رکھے ہین ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرینگی ۔

کوئی شک نہین کہ عورت کا فطری کام خانہ داری کا انتظام اور بچون کی پرورش ہے لیکن ان باتون کے لئے بھی تعلیم کی ضرورت ہے ، خصوصاً پرورش اولاد کے لئے مان کا نہ صرف تعلیم یافتہ ہونا بلکہ اُسی قدر دور اندیش اور انجام بین ہونا بھی ضروری ہے ، جس قدر کہ باپ ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے بچون کو جو ہر وقت باپ کی عقل و فراست سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے ، دنیا مین بڑے بڑے کام کرنے کے لئے تیار کر دے[۱] ۔

---

[۱] مدارس کے واسطے جب ٹیچر اور پروفیسر منتخب کئے جاتے ہین تو ابتدائی درجون کے پڑھانے کے لئے کم از کم انٹرنس پاس ٹیچر رکھا جاتا ہے اور ماہرین تعلیم اُس کو بھی عمدہ طور پر پڑھانے کے قابل نہین سمجھتے اور اس سے بھی بلند معیار چاہتے ہین پس جب کہ مدرسہ کی ابتدائی درجون کی تعلیم کے لئے عمدہ قابلیت رکھنے والے اوستاد کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس طرح تعلیم دین جس سے آیندہ درجون مین

در اصل بچون کا گھر مین ہونا بڑی برکت اور خدا کی نعمتون مین سے بڑی نعمت ہے، کیونکہ اس نعمت سے روح کو حقیقی مسرت اور دل کو اصلی سرور حاصل ہوتا ہے، یہ تو سب جانتے ہین کہ ان کی معصومانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا ہو تو پھر تربیت اخلاق تو اس سے بھی زیادہ اہم کام ہے، اور اس تعلیم کے لئے بھی خاص معیا قابلیت کی ضرورت ہے۔

تمام والدین کو جو اپنی اولاد کے معلم اخلاق ہین اور اپنے بچون کو بہترین تربیت دینا چاہتے ہین۔ بہت کچھ تجربہ اور قابلیت درکار ہے، اُن کو پہلے خود قابلیتین اور تجربے حاصل کرنے چاہئین اور پھر اولاد کی تربیت شروع کرنی چاہئے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ماں باپ بننے سے قبل ان تمام امور پر غور کرین، تعلیم و تربیت کا سلسلہ اس طرح شروع کیا جائے کہ درمیان مین منقطع نہ ہونے پائے۔

اگر اپنے بچون کے بہی خواہ والدین اس فرض کو ادا نہین کرسکتے اور اپنے آپ مین وہ اس کی اہلیت نہین پاتے تو اُن کو لازم ہے کہ وہ بچون کو ایسے اشخاص کے سپرد کردین جن مین تربیت

ہنسی بڑی سے بڑی مصیبت کو ہلکا کر دیتی ہے ، انسان پر کیسی ہی فکر کا سیاہ بادل کیون نہ گھرا ہوا ہو مگر ان کا بشاش چہرہ دیکھتے ہی وہ بادل پھٹ جاتا ہے ، وہ نہ صرف اسی لئے نعمت و برکت ہین کہ ہم کو ان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کرنے کی قابلیت ہو ، یورپ مین چھوٹے بچون کی تربیت و تعلیم کے وسائل مہیا ہین ، جو عورتون کے ہاتھون مین ہین اور والدین بچون کی جدائی گوارا کرکے اُن کے پاس رکھتے ہین، اگر ہمارے ملک اور ہماری قوم مین بھی تربیت اولاد کا پورا خیال ہو جاے تو ہم بھی ایسے وسائل مہیا کر سکتے ہین لیکن ان وسائل کے لئے سب سے زیادہ ضرورت تعلیم نسوان کی ہے، افسوس ہے کہ ابھی تک ایک گروہ عورتون کے لئے صرف ابتدائی اور معمولی تعلیم کو کافی سمجھتا ہے اور زیادہ تعلیم کا اس لئے حامی نہین ہے کہ اُن سے چونکہ نوکری کرانا مقصود نہین ہے اس لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت بھی نہین ، لیکن وہ نہین سمجھتے کہ عورتین دراصل اپنے بچون کی خادم ہین جن کو فطرت نے مقرر کیا ہے اور اُن کے لئے نوکری کرنے کی صورت مین اس قدر علم اور تجربہ کی ضرورت نہین جس قدر کہ بچون کی تربیت کے لئے ضرورت ہے۔

یہ خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے بلکہ غور سے دیکھا جاے تو وہ والدین
مین عمدہ اخلاق پیدا کرتے اور اُن کو بہت سی بُری باتون سے
بچاتے ہین۔

مین نے ابھی حال مین ایک انگریزی رسالے مین یہ نہایت
معنی خیز فقرہ دیکھا تھا کہ:-

"بچّے والدین کے اوستاد ہوتے ہین"

درحقیقت یہ بات نہایت صحیح ہے، اور اس پر جس قدر غور کیا جاتا ہے
اُسی قدر گہرے معنی پیدا ہوتے ہین۔

یہ تو عام طور پر سب جانتے ہین کہ تمام والدین کی ہمیشہ یہ دلی
خواہش ہوتی ہے کہ اُن کی اولاد اُن سے بہتر ہو اور جن کامون سے
اُن کو نقصانات پہونچے ہون یا جن افعال و عادات سے وہ سوسائٹی
مین بُرے سمجھے گئے ہون وہ اُن کی اولاد مین نہ ہون۔

پس اُن کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کے اُن تجربات سے جو اُنھون نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

خداوند کریم اب ہماری قوم پر رحم کرے اور اُن کی عقلون کو
نور ہدایت سے منور فرمائے تاکہ ہماری نسل اُس کی دولت علم
و اخلاق سے بہرہ یاب ہو۔

ماں یا باپ بننے سے قبل حاصل کئے ہیں اولاد کی تربیت میں فائدہ اٹھائیں اور اپنے عادات و اطوار کو ایک بہترین مثال بنائیں ۔

والدین کو بچوں کے دلوں میں اپنی عظمت و محبت قائم کرنی چاہئے

ابتدا سے ہی اگر بچوں کے اخلاق درست کئے جائیں گے، عمدہ تربیت دی جائیگی اور اس امر کی کوشش کی جائے گی کہ وہ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا کو سمجھیں اور والدین کی محبت میں مذہبی عظمت ملی ہوئی پائیں تو یقیناً کامیابی ہوگی اور اولاد کے دل سے ایک لمحہ کو بھی مؤدبانہ محبت کا خیال ترک نہ ہوگا ۔

والدین کو لازم ہے کہ اپنے افعال سے بچوں پر یہ ثابت کردیں کہ وہ فی الواقع قابل تعظیم ہیں اور اُن کو اپنے بچوں سے سچی محبت ہے اور وہ اپنے بچوں کے سچے بہی خواہ ہیں، اگر بچوں کے دلوں میں احساس پیدا کردیا جائے تو بچے ہمیشہ والدین کے احکام کو واجب التعظیم تصور کرکے اُن کے بجا لانے کی کوشش کریں گے، اس طور پر عمدہ

تربیت کے دینے مین بہت مدد مل سکتی ہے۔

اولاد کے ساتھ حقیقی محبت یہ ہے کہ اُن کے اخلاق و عادات کو نیکی سے آراستہ کیا جاے اور بد اخلاقی کو اُن کے لئے ایک خوفناک دشمن سمجھا جاے، حدیث شریف مین ہے کہ والدین کی مثال چرواہے اور اولاد کی مثال گلہ کی ہے، جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کا جوابدہ ہے اُسی طرح والدین بھی جوابدہ ہین، پس اُن کی عادتون مین عمدگی پیدا کرنے کی طرف توجہ اور کوشش نہ کرنا ایک مواخذہ ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض مائین جس صلہ کی اپنے بچون سے امیدوار ہوتی ہین جب وہ صلہ اُن کو نہین ملتا تو اُن کی یہ دُعا ہوتی ہے کہ خدا تم کو عوض دیگا یعنے تمہاری اولاد سے بھی تم کو ایسا ہی صلہ ملے گا۔ اس مین شک نہین کہ صلہ تو ضرور ایسا ہی ملے گا جب کہ انہون نے تربیت نہین پائی عمدہ اخلاق نہین سیکھے تو اُن کی اولاد بھی ان صفات سے مُعرّا رہے گی، اور اُن کو بھی وہی پھل ملین گے۔ اور صرف ایک دو نسلون پر ہی اسکی انتہا نہ ہو جاے گی بلکہ خدا جانے کتنی پشتون تک یہ بیج پھولتا پھلتا رہے گا۔

کیا وہ والدین جو اپنی اولاد کو نعمتون مین پالتے ہین اُن کے لئے ہر قسم کے عیش و آرام کا انتظام رکھتے ہین مگر خود اپنی مان باپکی پروا نہین کرتے

اپنی اولاد سے کسی نیکی کی امید رکھ سکتے ہین ؟

دراصل اگر اولاد سے اِس قسم کا برتاؤ دیکھا جاے تو یہ خود اُن کا ہی قصور اور "خود کردہ را علاجے نیست" کا مصداق ہے۔

دنیا مین کوئی شخص ایسا نہین ہے جو اپنی محنت کے صلہ کا خواہان نہو لیکن قانع دل کو اگر صلہ نہ ملے تو بھی شکرگزار رہتا ہے ، والدین بھی بچون کے لئے محنت کرتے ہین، اگرچہ ان کی محنت اُس محبت کے باعث ہوتی ہے جو خدا کی جانب سے اُن کے دلون مین ڈالی جاتی ہے ، اور جن سے زیادہ دینا مین کوئی محبت کرنے والا نہین ہوتا ، حتیٰ کہ خداوند کریم کی محبت کے متعلق بھی بہت سی جگہ احادیث مین جو تذکرہ ہے اُس مین یہ ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت والدین سے بھی زیادہ ہے ، گویا خدا کی محبت کا اظہار اور اُس کا اندازہ کرتے وقت والدین کی ہی محبت سے تمثیل و موازنہ کیا گیا ہے۔

لیکن پھر بھی وہ محنت تو ہوتی ہے اور وہ امیدین جو اس محنت کا معاوضہ پانے کے لئے ہوتی ہین اُن کو اس اَن تھک محنت پر مستقل رکھتی ہین ، اگر اُن کی امید کے موافق صلہ ملتا ہے تو وہ پھولے نہین سماتے اور اگر اس کے برعکس ہو تو بھی اُن کے محبت بھرے دِل جو خدا کی جانب سے اُن کے پاس ایک تحفہ ہین شکرگزار بنائے رکھتے ہین

اور صلہ نہ ملنے کی وجہ سے جس کی امید نے اُن کو اپنے فرائض پر مستقل بنا رکھا تھا اُن کی محبت زائل نہین ہوتی۔

یہ خلاف ہیہ باتین جو اولاد سے ظہور پذیر ہوتی ہین محض اس کا نتیجہ ہے کہ جب کہ وہ اُن کے بالکل اختیار مین تھے اُس وقت اُنھون نے عقل سے مطلق کام نہین لیا اور اپنے پاک و صاف محبت کو دانشمندی کے خلاف بیجا لاڈ اور پیار سے ملوث کرکے خراب کر دیا۔

اکثر والدین اپنی غلطی پر صبر کرکے رہ جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہم بجز دُعا اور شکر کے کیا کر سکتے ہین لیکن مین یہ کہون گی کہ جہانتک اور جب تک ممکن ہو اُن کی اصلاح کی کوشش جاری رکھنی چاہیے اور کسی حالت مین مایوس نہونا چاہیے۔

قرآن شریف مین ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

اس کی تفصیل تو بہت ہے اور اِس موقع پر اتنی گنجائش بھی نہین ہے کہ اُس کے عام مطالب بالاجمال بھی بیان کئے جاسکین تاہم یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مال واولاد انسان کے لئے بڑی آزمائش ہے۔ مال کو اگر بیجا صرف کرو تو مسرف ہو اور اگر بُخل سے جمع کرو تو بخیل کہلاؤ بخیل کی نسبت اگر یہ وارد ہے کہ وہ بہشت مین داخل نہ ہوسکے گا تو مسرف کے لئے ارشاد ہے کہ مسرف شیاطین کے بھائی ہین۔

اسی طرح اگر اولاد کی محبت مین اندھے ہو کر اُن کی راحت و آسایش کے لئے حقوق العباد و حقوق اللہ کی طرف سے آنکھین بند کرلو گے تو یہی اولاد تمھارے لئے دین و دنیا مین دشمن ثابت ہوگی، اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ اور اگر اُن کی طرف سے بے پروائی برتوگے، اُن کی درستی اخلاق اور تربیت کی طرف توجہ نہ کروگے تو دنیا مین وہ تمھارے لئے سوہان روح اور آخرت مین تمھاری عقوبت کا سبب ہون گے، اچھی طرح یاد رکھو کہ مال و اولاد خدا کی امانت ہے، اس لئے اگر تم امین بننا چاہتے ہو تو اُس کی امانت کی حفاظت کرو اور اس حفاظت سے یہ مطلب ہے کہ تم اُس کے متعلق وہ کُل فرائض پورے ادا کرو جو تمھارے ذمہ عائد کئے گئے ہین اور جیسے کہ بچون کی پرورش محبت آمیز فرض سمجھکر کی جاتی ہے ویسے ہی اخلاق کی تربیت بھی کرنی چاہئے۔

تم کو اُن کی غذا و لباس اور ضروریات کے لئے کسی قسم کی محنت کرنے مین دریغ نہین ہوتا اور جوش بھرے ہوئے دل سے مشقت کرتے ہو اور جب اُس مشقت کے نتیجہ سے اِن کو بہرہ مند ہوتے دیکھتے ہو تو تمھارا دل باغ باغ ہوتا ہے، اور بالخصوص ماؤن کی تکلیفات کا جو بچون کی پرورش مین اُن کو اُٹھانی پڑتی ہین کوئی اندازہ ہی نہین ہوسکتا۔

پس جب یہ مشقت سہل و آسان معلوم ہوتی ہے تو تہذیب اخلاق مین

جو محنت کی جاتی ہے وہ تو اِس کے مقابلہ مین زیادہ تکلیف دہ نہین ہے تھوڑے سے ضبط و استقلال، اخلاق حسنہ، اور عمدہ عادتون کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے

والدین خود بچّون کے لئے مثال اور نصیحت بنین

یہ تو تمام والدین جانتے ہین کہ چھوٹے بچّے اُن کی نقل کرتے ہین اور اُنھین کی نقل نہین بلکہ گھر کے جتنے افراد ہوتے ہین حتیٰ کہ نوکر چاکرون کی بھی نقل کرتے ہین مگر بہت ہی کم ایسے والدین ہون گے جنھون نے اس نقل کے اسباب و نتائج پر غور کیا ہوگا۔

ذرا غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے گی کہ بچّے نہ صرف کامون اور حرکات کی نقل کرتے ہین بلکہ گھر والون کے خیالات کا نقش بھی اپنے دلون پر قائم کر لیتے ہین اور اس طریقے سے وہ ایک معنوی ورثہ کے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا وارث ہوتے ہین۔

ایک پروفیسر کا دعوےٰ ہے کہ بعض جسمانی اوضاع یا حرکات سے بچّہ کے دلی خیالات بخوبی معلوم ہو سکتے ہین یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے اور جو والدین عقل سلیم رکھتے ہین اگر اس بات کا اندازہ کرنا چاہین تو کر سکتے ہین۔

ڈھائی برس کے بچّے کو غور سے دیکھو کہ وہ کیون کر تمھارے حلم، غُصہ، خَوف، اور محبّت کو سمجھتا ہے اور کس طرح تمھارے خیال اور خواہش کی کمزوری ضد اور قوت کا اتباع یا تقلید کرتا ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ تمھارے حرکات وسکنات تمھارا طرزعمل لب ولہجہ تمھاری نظر تمھارا قدم، تمھارے الفاظ اصول اخلاق پر مبنی ہون۔

قرینہ، صفائی، طرزگفتگو، کپڑے پہننا، صاف رہنا، چیزون کی ترتیب، کھیل کی باقاعدگی، ایفاے وعدہ خوش مزاجی صداقت، سادہ زندگی کی توقیر وغیرہ ایسی عادتین ہین جو کسی کتاب کے پڑھنے یا سمجھانے یا زجر و توبیخ سے نہین آتین بلکہ وہ والدین کے نمونہ بننے سے پیدا ہوتی ہین۔

غرض تم کو اُن کے لئے ایک مجسم نصیحت یا مثال بننا چاہیئے۔ اُن کے سامنے اظہار راے کرتے وقت وہ الفاظ استعمال کئے جائین اور وہ لہجہ اختیار کیا جاے جس سے عمدہ اثر پیدا ہو، بھدّے اور

ثقیل الفاظ ہر وقت زبان سے نکالنے نہایت بُرا نتیجہ پیدا کرتے ہین۔
اکثر آدمی نوکرون سے یا معمولی اور روزمرہ کی گفتگو مین ایسے الفاظ استعمال کرتے ہین جو نہایت ثقیل اور فحش کے درجہ تک پہونچے ہوئے ہوتے ہین اور اُن الفاظ کے ایسے عادی ہو جاتے ہین کہ بے تحاشا مُنھ سے نکل جاتے ہین، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچون کی زبان پر بھی چڑھ جاتے ہین۔
افسوس انہین یہ یاد نہین رہتا کہ والدین کی باتین اور اُن کے حرکات اولاد کے لئے سب سے بڑے مُعلّم اخلاق ہین۔
اسی کیساتھ یہ بھی خیال رہنا چاہئے کہ اُن کے سامنے جن چیزونکی مذمت یا تعریف کی جاے وہ فی الواقع اُس کے مستحق ہون اور اُس کی تعریف یا ذم سے کوئی مؤثر نتیجہ برآمد ہوتا ہو۔
استقلال مزاج، محنت و مشقت، اور مستعدی کی تعریف، غصہ، چڑچڑاپن، ضد، اور لالچ کی بُرائی کی جاے، پھولون، چڑیون مناظر، اور ہر خوبصورت چیز کا ذکر اس طرح کرو کہ اُن کی طبیعت متوجہ ہو اور وہ مفید سبق حاصل کر سکین اپنے خیالات کو بچون پر سادہ طرز اور نرم لہجہ مین ظاہر کرو، خواہ گفتگو مختصر ہو یا کسی قدر طویل ہو جاے اور کبھی بلا ضرورت سخت لہجہ اختیار نہ کرو، مگر ان

تمام باتون کے لئے مدارج عمر کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

اپنے گذشتہ واقعات اور وہ تجربات جو تم نے اُن واقعا
حاصل کئے ہین ، اگراُن سے کہنے کے لایق ہون تو موقع بہ موقع
رہنا چاہیئے اور ایسی گفتگو مین جہان تک ممکن ہو مذہبی احکام اور اُ
حوالون کو ضرور بیان کیا جاے تاکہ اُن کے دل مین مذہب کا وقا
اور معلومات مین وسعت پیدا ہو جاے۔

اگرچہ تمام والدین اپنے بچون کے لئے تمثیل ہین اور مثالی تعلیم
تربیت بھی بہت مؤثر اور نتیجہ خیز ہے تاہم بالکل تمثیل ہی ہر وقت کارآ
نہین ، زبانی نصیحت بھی بنّا چاہئے ، جو باتین خود بخود بغیر قصد و ارا
حاصل ہو جاتی ہین یا جو باتین محض عادتاً ظہور مین آتی ہین ، صحبت اور خیالا
کے بدلنے کی صورت مین ان مین تغیر ہو جاتا ہے ، صرف وہی خیالات جن
بالقصد دل مین جگہ دی جاتی ہے اندرونی وسوسون کا مقابلہ کرسکتے ہین
اس پر اطمینان کرلینا کہ صرف مثال اور اتباع سے خود بخود تمام نیکیا
حاصل ہوکر راسخ ہو جائین گی ایک بڑی غلطی ہے۔

جن عمدہ باتون کی تقلید بچون سے کرائی جاے ، برمحل اور شگ
طریقے سے نصیحت کرکے اُن کی عظمت اور وقعت بھی اُن کے دل مین قائم
کرنا لازمی ہے ، اور بہت تھوڑی توجہ اور ہوشیاری سے اسمین کامیابی ہوسکتی

طرزِ عمل کی نگرانی

کسی بات کا بتا دینا اُس وقت تک مفید نہین ہوسکتا ہے جب تک ر مناسب طریقہ سے اُس پر عمل نہ کیا جاے ۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ بچون کو غسل کرنا کپڑے پہننا ، کھانا کھانا ، ور ایسی ہی دوسری باتین ضرور سکھلانی چاہئین اور سکھلائی جاتی ہین ر تعجب یہ ہے کہ ان باتون کے طرز عمل مین بدرجہ کمال غفلت برتی جاتی ہے جنی یہ نہین دیکھا جاتا کہ اُنھون نے اِن باتون کا طریقہ اور سلیقہ بھی سیکھ لیا ہے یا نہین ، اِسی طرح اچھی باتون کی نصیحت کی جاتی ہے گر یہ نہین دیکھا جاتا کہ وہ اُن نصیحتون پر کس طریقہ سے کاربند ہوتے ہین ثلاً تم نے مثال سے ، فہمائش و نصیحت سے بچے کو مونھ ہاتھ دھونا سکھا دیا ، اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کس طرح عمل کرتا ہے ، تم نے سکو سمجھایا کہ غُصہ بُری بات ہے تو اب اس بات کو جانچنا چاہیے کہ وہ ایسی صورتون مین جب کہ غصہ آتا ہے صبر و تحمل کیونکر کرتا ہے ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تم خود بچوں سے مشق کراؤ ابتدا میں تم کو معلوم ہوگا کہ وہ مشق کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے، اور اُن میں اتنا صبر نہیں ہوگا کہ وہ ایک بات کو ایک ہی وقت میں بار بار کریں، لیکن اگر اُس کام کو نئے نئے اور دلچسپ طریقوں سے دکھایا اور کرایا جاے تو بچے اُسے ایک کھیل سمجھیں گے اور خوشی خوشی کریں گے روزمرہ کی باتیں خود آجاتی ہیں بشرطے کہ تم اُس میں کوئی نیا اور دلچسپ طریقہ شامل کرو اور اُس کی مشق کھیل ہی کھیل میں کرادو، اگر سبق کی طرح اُس کو تعلیم دوگے تو اُس پر بار ہو جاے گا ✻

مذہب وتربیت

یہ تمام باتیں جو ہم نے اب تک لکھی ہیں اگرچہ انسانی اخلاق کے بنیادی اصول ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی انسان کبھی نیکو کار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس کا دل نیکی کے نور سے منور نہ ہو اور نیکی کا نور اُسی دل میں ہوگا جس میں خدا کی عظمت اُس کی اطاعت

اُس کا خوف اور اُس کی محبت ہوگی مگر یہ باتین کتابون کے پڑھنے سے نہین آتین علمی تعلیم اور تربیت پر ہی ان کا انحصار ہے اور عملی تعلیم و تربیت کا انحصار خود ہماری مثال اور ہمارے نمونہ پر ہے ، یہ بات تو سب جانتے ہین کہ قرآن مجید آن حضرت صلعم پر نازل ہوا جو تمام بہترین اخلاق اور اعلیٰ اوصاف کا ایک جامع دستور العمل ہے ، آن حضرت نے اِس کو اپنی اُمت تک پہونچایا مگر اِس طرح کہ خود آپ اِن اخلاق و اوصاف کے ایک ایسا مکمل نمونہ بنکر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئے کہ آپ کے اقوال و افعال قیامت تک ہمارے لئے چراغ ہدایت کا کام دین گے ، قرآن مجید مین آپ کی تعریف اِن الفاظ مین کی گئی ہے کہ اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیۡم (بے شک تو بڑے خُلق پر ہے) اور خود آپ نے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ محاسن اخلاق کو پورا کرون ۔

پس یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرون مین عُمدہ اخلاق پیدا کرنا چاہے اُس کو خود ایک مثال بنا چاہئے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے ، بچون مین فطری طور پر نقل کا مادّہ ہوتا ہے اور تم نے دیکھا ہوگا کہ جب تم مُصلے پر جاتے ہو وہ تمھاری حرکتون کو دیکھتے ہین ، پھر تمھارے پاس آ کھڑے ہوتے ہین ، پھر تمھاری طرح رکوع ، سجدہ ، قیام ، وقعود کرتے ہین اگر تم اُن کی

اِن حرکتون کا تمسخر نہ اُڑاؤ ، اُن کو تماشہ نہ بناؤ بلکہ اُن کو پیار کرو ، شاباش دو ، اُن کو ترغیب دلاؤ ، اُن کو سمجھاؤ کہ جو چیز ہم کو ملتی ہے وہ خدا دیتا ہے ، وہ ہم کو بہت پیار کرتا ہے اور ہماری اِن باتون سے خوش ہوتا ہے ، تم اُن کی معصوم زبانون سے خدا کا نام پیار اور عظمت کے ساتھ نکلواؤ ، کلمہ سکھاؤ ، اُس کو سمجھاؤ نماز یاد کراؤ اور پھر اُس کو نماز کا پابند بناؤ تو دیکھو کہ اُس کا دل کیسا منور ہوگا ، اُس مین صفائی جسم و لباس کا خود بخود خیال پیدا ہو جائیگا وقت کی پابندی کرنے لگے گا ، اطاعت کا مادہ ترقی کر جاے گا یہان تک کہ وہ دس سال کی عمر مین جب کہ اُس پر نماز واجب ہو جاے گی اس فرض کو باقاعدہ ادا کرنے کا عادی ہو جاے گا۔

تم کو ہمیشہ یہ امر بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ابتدا سے ہی آنحضرت کے حالات اُن کو سناؤ اور جب وہ خود پڑھنے کے قابل ہو جائین تو اُن کو ایسی کتابون کے پڑھنے کی طرف مائل کرو جن مین آنحضرت کے صحیح حالات ہون ، تاکہ ابتدا ہی سے اِن کے دل مین آپ کی عظمت قائم ہو اور آپ کی مثال سے فائدہ حاصل کرین ، خود قرآن شریف مین ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بے شک تمھارے لئے رسول اللہ مین ایک نیک پیروی ہے۔

ہین نہین جانتی کہ وہ والدین جو بچون کے نماز روزہ کی طرف سے
بالکل بے پرواہین یا جن کے بچون کا کبھی خدا کے سامنی سر نہین جھکتا
حشر کے دن خدا کو کیا جواب دین گے ۔

مذہبی روح پیدا ہونے کا زمانہ ۳ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے
اور وہ اسی طرح ہوتا ہے کہ بچے اپنے گھر مین ان باتون کو دیکھتے
اور ان پر غور کرتے ہین اور اُن کے غور مین والدین اور بالخصوص مائین
امداد دیتی ہین ، جن گھرون مین یہ باتین نہین ہوتین یا جو مائین اس طرف
توجہ نہین کرتین اُن کے بچے گو ابتدا مین نیک ہون لیکن ہمیشہ
نیک نہین رہ سکتے اور خدا کی توفیق اُسی وقت شامل حال ہوگی
جب پہلے تم خود نیک بنو اور پھر خدا سے اُن کے نیک ہونے کی
دُعا کر کے نیک بنانے کی کوشش کرو ، تم کو چونکہ بہت موقعے
نیک و بد کی تمیز کے ملے ہون گے اور تم نے دنیا کی بہت سی
غداریون کے حالات دیکھے سُنے ہون گے اور اُن سے نتائج بھی اخذ
کئے ہون گے اس لئے ہر نشیب فراز اور حسن و قبح کو اچھی طرح سمجھا ہوگا
اور اب موقع ہے کہ تم اپنے تجربات کو ضائع نہ کرو بلکہ اُن سے
فائدہ اُٹھاؤ اور اُن معصوم و عزیز بچون کو جو تمہارے دلون کی ٹھنڈک
ہین فائدہ پہونچاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کہ قیامت کے دن

تم کو جواب دہی کے لئے حاضر ہونا پڑے گا کیونکہ حدیث شریف مین ہے کہ والدین سے اولاد کی نسبت پرسش ہوگی

چند ضروری ہدایات

۱۔ بچّون کے لباس ، اُن کی صورت اور اُن کی چیزون کی سطرح کبھی تعریف نہین کرنی چاہیے کہ اُن مین عُجب وشیخی پیدا ہوجاے۔

۲۔ جو چیزین کہ ہر وقت کام مین آنے والی اور مشترک ضروریات کی ہوتی ہین اُن کو مشترک رکھا جاے اور بغیر کسی مجبوری کے کسی ایک بچہ کے لئے مخصوص نہ کی جائین ، البتہ جو چیزین کہ خصوصیت کے ساتھ نامزد ہونی چاہیئین وہ بے شبہ بغیر شرکت کے رکھی جائین۔

۳۔ اکثر بچّے گر پڑتے ہین اُس وقت مان باپ وغیرہ جس چیز سے ٹھوکر لگی ہو اُس کو مارتے ہین یا یہ کہتے ہین کہ اُٹھ بیٹھو چیونٹیان مرگئین ، یا دیکھو تم نے چیونٹیان ماردین ، اگرچہ اس سے بچہ کو تسکین ہوجاتی ہے اور بچہ زیادہ نہین روتا لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ اُس سے برداشت کی طاقت سلب ہوتی ہے ، اِس سے تو ایسے الفاظ

کہنے چاہئین جن مین تاثیر بھری ہوئی تسلّی ہو وہ خطرے کو سمجھے اور اُس کو برداشت کرنے کی ہمّت و جُرات پیدا ہو اور چھوٹی چھوٹی تکلیفون کو خیال مین نہ لائے ۔

۴ ۔ بہت سے بچے گہوارہ ہی سے دوسرون کو مارنے اور نوچنے کی مشق کرتے ہین ، والدین ، بڑے بہن بھائی ، دادی نانی خالہ ، پھوپی اور دوسرے عزیز اس حرکت پر قہقہے لگاتے ہین خوش ہوتے ہین ، اور تماشہ بنالیتے ہین ، ماؤن کو یاد رکھنا چاہئے اور اپنے کنبے اور برادری اور عزیزون کے بچون پر غور کر لینا چاہئے کہ اس تماشہ اور لاڈ پیار کے کیا نتائج دیکھنے مین آرہے ہین اور بچون مین کس طرح ضد اور لڑائی کا مادہ پیدا ہو گیا ہے ، یقیناً عقلمند مان کبھی پسند نہ کریگی کہ اس تماشہ کی بدولت اُس کے بچّے مین ضد اور دوسرون کو ضرر پہونچانے کی خصلت پیدا ہو جائے ۔

۵ ۔ بچون کا مچلنا ، ضد کرنا ، ذرا ذراسی بات پر رونا ہمارے گھرون مین معمولی بات ہے اور اِس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اُس کو بھی مائین سمجھتی ہین مگر ایسی سمجھہ کو کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ اِن باتون کا تدارک نہین کرتین بچے نے جہان ذرا ضد کی فوراً پوری کر دی ، جس بات کے لئے رُویا اُسی وقت اُس کی تعمیل ہوگئی ، اب نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام عمر

کے لئے مائین بچون کی زرخرید کنیز کے مانند ہو جاتی ہین ، میرے نزدیک تو جائز خواہشین کبھی ضد پر پوری نہ کی جائین ۔

۶ ۔ مکاری اور جھوٹ ایسی خصلتین ہین جو بہت جلد بچون مین سرایت کر جاتی ہین ، مثلاً بچہ تماشہ کر رہا ہے اُس کو دُوپٹے سے چُھپاکر یہ کہنا کہ میان نہین ہین باہر گئے یا کسی چیز کو چُھپاکر اُس سے یہ کہنا کہ کوّا لے گیا ، بظاہر تو یہ بہت خفیف اور معمولی بات ہے مگر دراصل یہ ایک ایسا بیج ہے جو کسی وقت بڑا تناور درخت ہو گا ، جس کے ہر ہر پتّے پر ایک بُری عادت نظر آئے گی ؛ یہ فطری قاعدہ ہے کہ جس طرح ایک اچھی عادت سے خود بخود بہت سی اچھی عادتین پیدا ہو جاتین ہین اُسی طرح بُری عادت بھی ہزارون بُری عادتون کا تخم ہے

مشاغل کا انتخاب

ہوشیار والدین کا ایک اہم فرض یہی ہے کہ وہ بچون کے لئے ایسے مشاغل مہیّا کرین جن سے اُن کو اخلاقی سبق حاصل ہون ، اُن کی اعضائے جسمانی مضبوط ہون ، اُن کے دماغی قویٰ مین ترقی اور طبیعت مین شگفتگی پیدا ہو ۔

کپڑے پہننا ، اُتارنا ، غسل کرنا ، کھانا ، سیر کرنا ، چلنا پھرنا ، سونا ، معمولی مشاغل ہین ، لیکن والدین کی تھوڑی سی توجہ سے بچون کو اُن مشاغل مین سلیقہ حاصل ہو سکتا ہے ، اُن کی صحت اور اُن کے دماغ پر بہترین اثر پڑ سکتا ہے وہ وقت کے پابند ہو سکتے ہین ، اور ان مشاغل کی اہمیت کو پہچان سکتے ہین ۔

بچون کو ایسی ورزش کرانا جس سے اُن کے ہر ایک عضو پر اثر پڑے ایک مفید مشغلہ ہے ۔

سونے مین بھی وقت صرف ہوتا ہے ، اگر اُس مین تعیّن اوقات کا خیال رکھا جائے تو صحت کا اعلیٰ ذریعہ ہے تفاوت عمر کے ساتھ ساتھ

ان مشاغل کے اوقات بین بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے ، اس لئے چاہیئے
کہ وہ اس تفاوت کو ملحوظ رکھکر طرز نگہداشت بین بھی تبدیلی کرتے رہین
جب بچے گھر کے اندر رہین تو اُن کے کھیلنے اور رہنے کے کمرے
آرام دہ ہون اور چیزین اس طور پر باقاعدہ رکھی جائین کہ بچون کو اُنکے
خراب کرنے یا توڑنے یا دوسری شرارت کا موقع نہ ملے ، ایک بچہ
جو نہایت ذہین تھا مگر اُس کے مشاغل کی طرف والدین کی توجہ نہ تھی
ہمیشہ چیزون کو توڑا پھوڑا کرتا تھا جس سے ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ والدین کا
مالی نقصان پہونچ جاتا ، ایک مرتبہ وہ دیا سلائی سے کھیل رہا تھا اور جلا جلا
پھینک رہا تھا ، اتفاق سے کمرہ کے پردون بین جلتی ہوئی دیاسلائی لگی
جس سے پردون بین آگ لگ گئی اگر فوراً نہ بجھا دی جاتی تو خدا جانے کس قدر
نقصان ہوتا ۔

اِسی بچہ کی مثال پر موقوف نہین روزمرہ والدین کی بے توجہی سے
ایسی مثالین دیکھنے بین آتی ہین ۔

اَب ایک دوسری مثال لیجئے ایک باپ (کاش بجائے باپ کے
مان کا لفظ آتا) اِس طرح تربیت کرتا ہے اور ایسے مشاغل بین مصروف
رکھتا ہے جن سے بچون کے اخلاق سُدھرتے ہین وہ ضبط اوقات کے
خوگر ہوتے ہین اپنی چیزین سنبھال کر رکھتے ہین ، اِس شریف آدمی کے

چار بیٹے ہین اُس نے سب سے بڑے بیٹے کو خود تعلیم مین مدد دی اور اُس بڑے بیٹے نے اپنے اوقات فرصت مین اولاً باپ کی خوشی کے لئے او پھر فرض سمجھکر چھوٹے بھائی کی تعلیم و تربیت مین مدد دی اور پھر یہ سلسلہ قائم ہوگیا، اب اُن کے مشاغل دیکھئے اوقات تعلیم کے علاوہ کھیلتے ہین، باپ کے ساتھ ہوا خوری کو جاتے ہین کھُلے میدانون مین پھرتے ہین، گھر مین جو پھولون کے درخت اور خوشنما پودے ہین ' لچسپی کے ساتھ اُن کی نگرانی کرتے ہین اُن مین سے دو چھوٹے بچون کا لمرہ دیکھئے اول تو آپ کو ایک مُصفّا فرش نظر آئے گا، کمرہ مین کہین پالے وغیرہ کا نشان نہ ملے گا، سب سے پہلے آپ کی نظر دیوارون پر پڑیگی، جن پر آپ کو قوم، مُلک اور دنیا کے مشاہیر اور اُن لوگون کی ہن کو وہ عزیز رکھتے ہین تصاویر نظر آئین گی، پھر آپ ایک طرف کچھ آرائشی چیزین دیکھین گے دوسری طرف اُن کے کھیلنے کا سامان رکھا ہوگا اس کے بعد آپ چھوٹی چھوٹی الماریون کو دیکھین گے جو اُن بچون کا مختصر کتب خانہ ہوگا، الماریون کو کھولنے کے بعد کتابین مُجلّد اور قرینہ سے رکھی ہوئی دکھائی دین گی، اسی کے ساتھ اُن کتابون کی ایک فہرست بھی آپ دیکھ سکتے ہین اب آپ کو وہ سامان نظر آئے گا جو سب سے چھوٹے بچہ کا مخصوص سامان ہے یعنی "کنڈرگارٹن" کا۔ بچون کو دیکھئے تو گو لباس معمولی ہے مگر نہایت صاف

ستھرا کہین داغ دھبہ کا پتہ نہین ، غرض ہر چیز اُن کی قاعدہ اور قرینہ سے
ملے گی ، یہ سب اُس توجہ کا نتیجہ ہے جو اُن کے لئے مشاغل مُعین
کرنے مین کی گئی ۔

جب ایک سے زائد بچّے ہون تو ایسے مشاغل ہونے چاہئین جن مین بچے سب ملکر حصّہ لین ، مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ تھوڑی سی ہنسی اور دلچسپی کے لئے نہ ہون بلکہ کار آمد اور مفید ہون ۔

اُن کے لئے ایک "ٹائم ٹیبل" بنایا جاوے جس مین اوقات کی تقسیم جدا جدا اور مشاغل بلحاظ موسم و وقت معین کئے جائین ، حساب اللسان (زبانی حساب کتاب) کے سہل اور آسان گُر سکھانے ، اخلاقی کہانیاں کہنی سُنانی ، مُلکی اور قومی نظمین یاد کرانی بہت دلچسپ اور مفید مشغلے ہین ۔

تجارت سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے سوداگری کا کچھ مختصر توجہی سے مصنوعی سامان ضرور ہونا چاہئے ، کیونکہ ہندوستانی اور خصوصاً مُسلمان بچون کے لئے ابتدا سے تجارت کے ساتھ دلچسپی پیدا کرانا اشد ضروری ہے ۔

تجارت سے مسلمان جس قدر غافل ہوئے ہین اور اُنہون نے اس فائدے کے معزز پیشہ کو جیسا ترک کیا ہے اُس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کیونکہ تجارت وہ شریف پیشہ ہے جس کو رسول مقبول صلعم نے اختیار کیا

خدا نے اس پیشہ میں برکت دی اور مسلمانون نے تجارت کے ذریعے نہایت اعلیٰ ترقیان حاصل کین ۔ مسلمان تجار جہان گئے اپنے ساتھ اسلام اور علم و حکمت لیکر گئے ، آج دنیاے اسلام کا بڑا حصہ اُن ہی تجار کی [illegible]ون سے آباد ہے ، اور اس وقت بھی جن مسلمان قومون مین تجارت ہے ہ آسودہ اور خوش حال ہین ، اور اگر بہ نظر غور دیکھا جاے تو اس وقت و دنیا پر تجارت حکمرانی کر رہی ہے ، حتیٰ کہ سلطنتین محض تجارت کی بدولت مضبوط ہوتی ہین ۔

اسکول کے طلبا ، چٹھی رسان ، انجن ڈرائیور ، فائرمین ، پولیس کے لازم ، ڈاکٹر ، مجسٹریٹ ، محافظ جان ، مزدور ، وکیل ، و بارسٹر ا لڑکون کے لئے اچھے کھیل ہین ۔

قصے کہنا ، یا قوم کے اعلیٰ مصنفین کی روایات پڑھنا ، انبیاے کرام اور اولیاے عظام کے حالات سنانا قوم کے رہنماؤن اور قومی کام کرنے والون کے واقعات بیان کرنا اپنے قومی خصائل اور قومی روایات کا تذکرہ بھی بہت مفید ہے ، اگر بچے اخبارات پڑھ لیتے ہین تو اُن سے روز مرہ کے [illegible]ہ واقعات پر گفتگو کرائی جائے ۔

ایسے مشاغل بھی ضرور ہون جن سے ہر قسم کے حالات معلوم ہون [illegible]مرہ کی دیوارون پر ایک نقشہ دُنیا کا ہو ، ایک یورپ کا ایک ایشیا

اور ایک ہندوستان کا ایک یا چند ایسے بھی نقشے ہون جن مین اسلامی ممالک دکھاے جائین، اسی طرح جغرافیہ کی ضروریات پوری ہو جائین گی۔

کمرہ مین تصاویر کے انتخاب مین خاص سلیقہ کی ضرورت ہے، خوشنما مناظر کے فوٹو ہون یا اُن لوگون کی تصویرین ہون جو ملک و قوم کے رہنما ہون یا جنھون نے اپنی دولت اور وقت و قابلیت کا ایثار کر کے فائدہ پہونچایا ہو، اسی قسم کے البم بھی کمرہ کی میز پر ہون، اور ان تصاویر کے نیچے اُن لوگون کے مختصر حالات لکھے ہوے ہون، ایسی تصاویر بچون کے دلون مین اولوالعزمی، ہمدردی اور ایثار کا مادہ پیدا ہوگا، اُن تصویرون کو بچون کے ڈرائنگ روم مین ہرگز نہ لگانا چاہئے جن سے کوئی اخلاقی اثر نہ پڑتا ہو خواہ وہ اپنی صنعت کا کیسا ہی اعلیٰ نمونہ کیون نہ ہون۔

تصویر کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض محتاط اور متقی یہ کہتے ہین کہ چونکہ بت دراصل اکابر قوم کی یاد تازہ رکھنے کے لئے تصاویر اور مجسمون کی بنیاد پڑی اور پھر اُن کی عظمت مین غلو کیا گیا اِس طرح اصنام پرستی اور شرک تک نوبت پہونچ گئی، بعض اس مین کچھ ہرج نہین سمجھتے کیون کہ وہ کہتے ہین کہ شرک و بُت پرستی کا خیال بھی پاس نہین آتا اور نہ تصاویر کی عظمت ایسی اور اس طرح کی جاتی ہے کہ اُس سے اس قسم کا نتیجہ نکلے [illegible] اس روایت پر استدلال کرتے ہین کہ حضرت عائشہؓ بچپن مین

گڑیون سے ہمیشہ کھیلتی تھین ، ایک مرتبہ آن حضرت صلعم نے اُن گڑیون کو ملاحظہ فرمایا اُن مین ایک گھوڑا بھی تھا جس کے پر لگے ہوے تھے آپ نے ارشاد کیا کہ یہ گھوڑا کیسا ہے جس کے پر ہین ؟ حضرت عائشہ نے کہا کہ "کیا حضرت سُلیمان کے وقت مین گھوڑون کے پر نہین ہوتے تھے" یہ سُنکر آن حضرت صلعم مُسکرانے لگے ۔

بہرحال تصاویر کے مسئلہ مین مذاق طبیعت کو بھی دخل ہے لیکن یہ امر یقینی ہے کہ انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی تصاویر کا رکھنا بے شک اچھی بات نہین ہے اور ضرور خطرناک ہے ، عام تصاویر سے زیادہ سے زیادہ تزئین و آرائش مقصود ہو سکتی ہے ، مگر اِن تصویرون کے ساتھ مذہبی عظمت و عقیدت کا ہونا یقینی ہے ، یہی عقیدت بڑھتے بڑھتے تمثال پرستی اور پھر بُت پرستی تک پہونچ جاتی ہے ، اِس کے علاوہ اُن بزرگون کی تصاویر بھی یقینی نہین محض خیالی اور فرضی ہوتی ہین ، اور بعض وقت اِس قسم کی تصاویر دیکھنے مین آتی ہین جن سے محسوسات قلب کو صدمہ پہونچتا ہے جیسے انگلستان کی نمائش مین آن حضرت صلعم کی ایک تصویر کی نسبت ابھی حال مین ایک اخبار مین دیکھا گیا ہے ، بہرحال انتخاب تصاویر مین بہت احتیاط اور مصلحت کا لحاظ ضروری تصور کرنا چاہئیے ۔

خاصیت اشیا کے بیان کی کتابین ہون اور اُن کے ساتھ کچھ

رنگین پلیٹین بھی ہون ، کچھ چیزین جانورون چڑیون اور پودون کے متعلق ہون ، انسان کے جسم کا اگر ڈھانچ ہو تو اور بھی بہتر ہے۔

نقشہ کشی کا سامان کھریا ، پنسل ، کاغذ ، اور ڈرائنگ کی ابتدائی ضرورتون کی چیزین بھی ہون ،

خُردبین ، دوربین ، مقناطیس کا ٹکڑا اور ایک نقشہ آفتاب اور اُس کے گرد پھرنے والے اجسام کا ہونا چاہیئے ، لیکن ہمارے بچے اپنی مادری زبان مین اِن چیزون سے کیون کر فائدہ اُٹھا سکتے ہین ، ہان تعلیم یافتہ اصحاب توجہ کرین تو کچھ مشکل نہین۔

جہان تک ممکن ہو سال مین ایک مرتبہ عجائب خانون ، تصویرخانون اور اُن باغون مین جہان جانور رکھے جاتے ہین لے جانا چاہیئے۔

بچون کو وہ قومی انسٹیٹیوشن یعنی درسگاہین وغیرہ بھی دکھلانی چاہیئین جو کسی شخص کی فیاضی یا قوم کی متفقہ امداد و اعانت سے قائم ہوے ہون۔

اس بات کا انتظام بھی ہونا چاہیئے کہ جن کارخانون مین صفائی اور حفظان صحت کا اہتمام ہے اُن کو اور دوسری کاروبار کی جگہون کو بھی دیکھین ، خصوصاً جس جگہ عوام کے صرف کی چیزین بنائی جاتی ہین جیسے کپڑون کی کلین ، جوتون کا کارخانہ ، مطبع وغیرہ۔

بڑے بچون کو سائنس اور کمسٹری (علم کیمیا) وغیرہ کے تجربون

کی جگہین بھی دکھنی چاہئین۔

بچون کی خاطر سے اگر طوطے، مینا، بلّی، اور ایسے ہی پرند اور پالتو جانور گھر مین پالے جائین تو اچھی بات ہے، اِن سے بچون کی سمجھ بڑھے گی اور نیکی کرنے کی عادت ہوگی۔

کیاری گملے وغیرہ بھی اُن کو متوجہ رکھنے اور احتیاط سکھانے کے لئے اچھی چیزین ہین۔

نماز جمعہ کے لئے ہمیشہ اپنے ہمراہ مسجد جامع مین لے جانا چاہئے۔

محدود اور مختص مشاغل کا فائدہ بہت ہے، اور ایسے مشاغل سے بچون کی حالت مین بتدریج ترقی ہوتی ہے، اور اُن مین سستی نہین آتی اور اُن کو آسانی کے ساتھ تعلیم اور پیشون سے دلچسپی ہو جاتی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سے باقاعدہ کام جو اُن کے حق مین مفید ہوتا ہے اُسی طرح بچون کے لئے باقاعدہ ترتیب کے ساتھ کھیل بھی فائدہ دیتا ہے۔

اسی سلسلہ مین یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بچون کو سکون حاصل کرنے کے لئے تنہائی کی بھی اُسی طرح ضرورت ہے جس طرح کہ تنہائی مین طبیعت اوکتا جانے سے ہمجولیون یا دوسرون کے موجود ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، پس اُن کے لئے ایک کمرہ تنہا آرام کرنے کا ہو

اور جب وہ کھیل یا مشاغل سے تھک جائین تو اُن کو خاموشی اور سکون کا موقع دیا جاے۔

ہمیشہ بچون کو اس بات کی بھی ترغیب دی جاے کہ وہ دوسرون کے محتاج نہ بنین بلکہ رہنمائی کرین، اور جو اُن سے بہتر ہون اُن کی تقلید کرین۔

لڑکیون کے لئے مخصوص گڑیون کا وہی پُرانا کھیل جو تمام شریف خاندانون مین رائج تھا کسی قدر اصلاح کے ساتھ سب سے بہتر مشغلہ ہے۔ اس کھیل سے عملی طور پر خانہ داری کے اصول کی تعلیم ہوتی ہے اس مین اُن کو سینے پرونے پکانے اور گھر کی چیزون کے رکھنے کا قرینہ اور سلیقہ آجاتا ہے، لیکن گڑیون کے کھیلنے مین اس کی بہت ضرورت ہے کہ ایک دو بڑی بوڑھی عورتین بھی اس کھیل مین شریک رہین ورنہ بعض وقت گڑیون کے کھیل مین بیہودہ باتین بچے سیکھتے ہین، گڑیون کا کھیل جس قدر سلیقہ سکھانے کا باعث ہوتا ہے اُسی قدر عدم احتیاط اور اچھی ہم جلیسون کے نہ ہونے سے خرابیان بھی پیدا کرتا ہے ٭

عادت کے قائم ہونے کا زمانہ

پیدائش کے وقت سے کچھ روز بعد تک بچہ ایک ایسی حالت مین ہوتا ھے کہ نہ اُس کو کوئی خواہش ہوتی ہے اور نہ اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے کی طاقت رکھتا ھے ، اس زمانہ مین اُس سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو نہین کہا جاسکتا اور نہ وہ اثبات و نفی کے مفہوم کو سمجھتا ھے۔ اُس کی ضرورتین بہت ہوتی ہین مگر نہ وہ اُن سے واقف ہوتا ھے نہ اُن کے اظہار پر قدرت رکھتا ھے۔

چند ماہ کے بعد اُسے اِن خواہشون کا احساس ہونے لگتا ھے ، مگر وہ بیان نہین کرسکتا اُسے بھوک ، پیاس ، گرمی ، سردی معلوم ہوتی ہے، چوٹ لگتی ھے ، درد کی تکلیف پہونچتی ھے ، بیماری سے بے چینی ہوتی ھے مگر بجز رونے کے کچھ نہین کرسکتا ، لیکن اُن وجوہ کو آسانی کے ساتھ دریافت کیا جاسکتا ھے اور یہ وجوہ ہر وقت معمولی سمجھ کی ماؤن کے بھی پیش نظر رہتے ہین ، مثلاً نیند آنا ، گرمی سردی معلوم ہونا ، بے آرام و بے چین ہونا غذا کی خرابی یا بے اعتدالی ، کسی چیز کا جیسے پسّو ، مچھّر وغیرہ کا

کاٹنا ، کپڑے کا تنگ ہونا ، چوٹ لگنا درد ہونا وغیرہ وغیرہ ۔

کبھی وہ چاہتا ہے کہ کوئی اُس کو اُٹھالے ، کبھی اُس کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ اُتار دیا جاے کبھی اُس کا دل چاہتا ہے کہ اُس سے کوئی بات کرے ، کبھی وہ کسی شغل کو ڈھونڈھتا ہے ، کبھی وہ اُکتاتا ہے ، تھک جاتا ہے ، کبھی میلے کچیلے ہونے کی وجہ سے ، کبھی ... کے سبب سے وہ سُست ہو جاتا ہے ۔

جب بچّہ سوا سال یا ڈیڑھ سال کی عمر کو پہونچتا ہو تو وہ اپنی جسمانی حالتون اور ضرورتون کے احساس کے ساتھ ساتھ اُن کے اظہار پر بھی کسی قدر قادر ہو جاتا ہے ، اُس کو تھوڑے سے الفاظ معلوم ہو جاتے ہین جن سے وہ اپنے بہت سے کام نکالتا ہے وہ کسی قدر اُن باتون کو بھی سمجھنے لگتا جو اُس سے کرنے کو کہی جاتی ہین اور اُن کے مطابق عمل بھی کرتا ہے پھر بتدریج ان تمام باتون مین ترقی ہوتی جاتی ہے ۔

یہی زمانہ ہے جس مین عقلمند اور ہوشیار مائین اپنا ارادہ اُس کی آیندہ زندگی کے متعلق قرار دیتی ہین ۔

یقیناً ہر نیک اور تعلیم یافتہ مان کا یہی ارادہ ہوگا کہ اُس کا بچّہ سلیم الطبع ، صالح اور قابل ہو وہ دنیا کا نامور شخص بنے ، اُس کے اخلاق دوسرون کے لئے نمونہ ہون ، اُس کے دل مین مذہب ، قوم اور

ملک کی عظمت ہو، وہ اپنے بادشاہ کا مطیع، قانون وحکومت کا فرمان بردار اور ایک محنتی وفیاض طبع آدمی ہو۔

چونکہ اس عمر میں وہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ جو تم اُس سے کرنے کو کہو اُس کو پورے طور پر سمجھ سکے، اور اگر سمجھ بھی لے تو اُس کے مطابق پوری طور سے عمل کر سکے، اس لئے عرفی تعلیم ہماری بحث سے خارج ہے، صرف تربیت سے بحث کرنا مقصود ہے۔

ڈہائی تین برس کی عمر ایسی عمر ہے جس میں ماں کو لازم ہے کہ اپنے ارادوں کی بنیاد قائم کر دے، کیونکہ اسی وقت بچہ کی آیندہ زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے، اس وقت جو چاہے کرا سکتی ہے، جن باتوں کو خود پسند کرتی ہو اُن کا اُس کو بھی پابند بنا سکتی ہے، اور بچہ کی اس بے بسی و کمزوری سے بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتی ہے، ایک سیانے لڑکے کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہماری مرضی کا پابند ہو، وہ جس بات میں خوش ہو گا اُسی کو کرے گا، اور جو مثال اپنے لئے قائم کرے گا اُس کا پیرو ہو گا، لیکن چھوٹے بچے اُسی بات میں خوش رہ سکتے ہیں جس میں تم اُن کو خوش رکھنا چاہو، اور اُسی نظیر کی پیروی کریں گے جو تم اُن کے سامنے پیش کر دو۔

بچوں کی آیندہ زندگی سدھارنے کی کوششوں میں کامیابی کا سب سے اہم راز یہ ہے کہ تم اس بات کو سمجھ لو کہ اُس میں کس قسم کی استعداد ہے،

جب اُس کی طبیعت اور رجحان سے واقفیت ہو جاے گی تو آسانی کے ساتھ اپنے ارادون کے مطابق اسی شاہراہ پر چلایا جا سکیگا جو ایک کامیاب اور بامراد زندگی کے لئے اختیار کرنی ضرور ہے۔

اس ابتدائی زمانہ مین یہ مقصد رہنا چاہیئے کہ بچہ اچھی عادتین اختیار کرے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے تمھارے مؤثر برتاؤ کی ضرورت ہے، اور یہ برتاؤ اُس وقت مؤثر ہو سکتا ہے جب اُس کی رجحان طبیعت سے پوری واقفیت حاصل کر لی گئی ہو۔

جس بچہ کی ابتدائی تربیت بُری ہوتی ہے سرزنش کرنے سے اُس کی خراب عادت نہین چھوٹتی بلکہ اور مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے، اور اگر تربیت اچھی ہوتی ہے تو ایک اچھی عادت سے دوسری اچھی عادت پیدا ہوتی ہے، اور رفتہ رفتہ خود بخود عمدہ عادتین پیدا ہوتی چلی جاتی ہین اس لئے ابتدائی تربیت مین ماؤن کو نہایت ہوشیاری، اور مؤثر طریق پر اُن کی عادات کی نگہداشت رکھنی چاہیئے۔

ہر بات مین پابندی اوقات کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اور اگر بچہ ابتدا ہی سے پابند اوقات ہو جاے تو جو بیش بہا فوائد اُس کو آیندہ زندگی مین حاصل ہون گے، اُن سے اگر قطع نظر بھی کر لیا جاے تو بھی کیا کم ہے کہ بچہ کی تمام حاجتین وقت پر رفع ہوتی رہین گی، جسمانی اور

اخلاقی کمزوری کی روک بھی ہو جاے گی اور رفتہ رفتہ یہ عادت اُس کی طبیعت ثانیہ بن جاے گی ، اور جون جون سمجھ آتی جاے گی اپنی خواہشون پر آسانی سے قابو حاصل کرنے پر قادر ہوتا جاے گا۔

پابندی اوقات جس قدر بظاہر مشکل کام معلوم ہوتا ھے اُسی قدر آسان ھے بشرطیکہ شروع سے اُس کا خیال رکھا جاے ، حتیٰ کہ پہلے ہفتہ سے ہی بچہ کو پابند اوقات بنایا جاسکتا ھے ، اور اس وقت کی پابندی سے بہت سی آسانیان پیدا ہو جاتی ہین ، پابندی اوقات کے ذیل مین وقت پر سونے اور اٹھنے کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ھے۔

دو سال سے پانچ سال تک کے بچہ کو ضرور دن رات مین گیارہ یا بارہ گھنٹے سُلانا چاہئے۔

غذا کے اوقات بھی معین رہین اور خلاف اوقات ہرگز کوئی چیز نہ دی جاے اور ڈہائی برس کی عمر سے اپنے ہاتھ سے کھانے کا عادی بنایا جاے ، غسل کا جو معمول ہو اُس کو ہمیشہ پورا کیا جاے ، تقریباً ہر موسم مین دن بھر مین کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ تک اوقات معینہ پر میدان مین ورزش یا ہوا خوری کرانی چاہئے۔

تبدیل لباس کے اوقات بھی حیثیت کے مطابق معین کئے جائین ، صاف ستھرے رہنے کی ترغیب دی جاے ، مگر بہت گرم لباس کا عادی

نہ کیا جاے ورنہ اُن کے جسم کمزور ہو جائین گے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہین ہے کہ پالا پڑ رہا ہے اور گرم لباس نہ دیا جاے ، اگر اس عمر سے پوری احتیاطون کے ساتھ روزانہ غسل کا عادی بنا دیا جاے تو بہت مناسب ہے ، ورنہ چوتھے روز تو لازمی غسل کرانا چاہیئے اور جہان تک ممکن ہو ٹھنڈے پانی سے غسل کی عادت ڈلوائی جاے تاکہ اُن کے اعصاب مین قوت پیدا ہو۔

تولئے اور رومال کا استعمال بھی سکھانا چاہیئے کھانے سے پہلے ہاتھ اور مُونھ دھونے کی عادت بھی ڈلوانی ضروری ہے ، اُس کو سوتے سے اُٹھنے کے بعد اور سونے کے وقت عادی بنایا جاے کہ وہ بڑون کو سلام کرے

انگریزون مین مختلف اوقات کے سلام رائج ہین ، ہمارے یہان عرب مین بھی صبح و شام اور رات کے سلام موجود ہین ، فارسی مین بھی متفرق اوقات کے سلام پائے جاتے ہین ، لیکن ہماری تہذیب مین اُن سلامون کو دخل نہین ہے اور اُن کی جگہہ اداب و کورنش اور تسلیم نے لی ہے ، کاش ہم اُن ہی اسلامی تہذیب کے سلامون کو رائج کرین یا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کو جو سب سے بہتر سلام ہے اور جو شعائر اسلام مین داخل ہے اور جس مین ایک سادہ اور دُعا ہے اختیار کرین۔

عموماً ہمارے یہان ہندوستان مین نوکرون کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ مطلق نہین ہوتا اور یہی وجہہ ہے کہ ہم کو نوکر بھی مہذب نہین ملتے

اور اُن کی بد تہذیبی کی وجہ سے آرام نہین ملتا ، اگر ہم خود اُن کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کرین تو وہ بھی مہذب ہون گے ، روزمرّہ دیکھنے مین آتا ہے کہ بچّے نوکرون سے بہت خلاف تہذیب پیش آتے ہین اور بہ مشکل تمام کوئی ایسا خاندان ملے گا جو ان باتون کا خیال رکھتا ہو ورنہ عموماً نوکرون کو نوع انسان ہی تصور نہین کیا جاتا اور مثل مویشی کے سمجھے جاتے ہین۔

بچون کو اس بات کا عادی بنانا چاہیئے کہ وہ اُن سے تہذیب کے ساتھ برتاؤ کرین اور اُن سے جب کسی کام کو کہین تو ایسے نرم لہجہ سے کہین جس سے نوکر کا دِل خوش ہو جاے۔

اِس نرمی لہجہ کا اثر یہ ہوگا کہ نوکر کو خود بخود اُس کے آرام کا خیال ہو جاے گا اور دل مین شکر گذاری پیدا ہوگی ، اُن کو سکھانا چاہیئے کہ وہ اپنی کھلائی اور انّا کا ادب کرین اور جب انّا یا کھلائی اُن کی کسی ضرورت کو پورا کرین تو اظہار شکر گذاری کرین ، اور جب اُن سے کوئی چیز طلب کرین تو ادب کے لہجہ سے طلب کرین ، خصوصاً انّاؤن کا جو دُودھ پلاتی ہین ادب کرنا مذہبی احکام مین شامل ہے۔

بعض کا یہ خیال کہ قواعد کی سخت پابندی محض لکیر کا فقیر بنا دیگی ، صحیح نہین اگر روزانہ ضروریات زندگی مین قواعد کی پابندی نہ کی جائیگی خواہ وہ ضروریات مدرسہ سے متعلق ہون یا مکان سے تو وقت جہد ا

ضائع ہوگا، کاموں ہیں الگ بے ترتیبی اور پریشانی واقع ہوگی اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ طبیعت ہیں تلون پیدا ہو جائے گا اور بچے کو اپنے اوپر اختیار و قابو نہ رہے گا۔

بچہ سے ایسا سوال نہ کرو جس کا جواب اُس کے پاس نہ ہو، اپنے مقصد کو صاف صاف اور مختصر الفاظ ہیں بیان کرو۔ نہ جھڑکو نہ بحث کرو اور نہ چلّا کر اُس سے کسی کام کو کہو۔ نہ عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اُس سے کسی بات کی درخواست کرو اور نہ ایسا موقع آنے دو کہ تم اُس کو سزا دو، حجت خواہ کیسی خفیف ہی کیوں نہ ہو بدمزاجی اور نافرمانی پیدا کرتی ہے، غرض عمدہ طریقہ سے فرمان برداری کی عادت ڈالو، اگر ۱۸ مہینے کا لڑکا کسی ایسی بات کی جو مناسب نہ ہو خواہش کرے تو اُسے رونے دو دو تین بار رونے کے بعد وہ تھک جائے گا اور پھر شاذ و نادر ہی ایسا موقع آئے گا کہ وہ روئے۔

جس وقت بچہ عالم طفولیت سے آگے بڑھے گا اُس وقت وہ تمام عادتیں جو علیحدہ علیحدہ شمار ہیں آسکتی ہیں، صرف ایک عادت ہیں مبدّل ہو جائیں گی، یا ایک عادت کے ماتحت ہو جائیں گی اور والدین کی یہ تمنا کہ ہمارا بچہ سعید ہو اچھی طرح پوری ہوگی، وہ اپنی زندگی ہیں اُن کی طرف سے مطمئن رہیں گے، اور اپنے بعد اُس کو دنیا ہیں ایک

با اطمینان زندگی بسر کرنے والا شخص چھوڑ جائیں گے۔

اطاعت اور فرمان برداری کا زمانہ

ہر کام کے سیکھنے کا ایک وقت یا ایک زمانہ ہوتا ہے، بچوں کو اطاعت اور فرمان برداری سیکھنے کا ڈھائی برس سے سات برس کی عمر تک کا زمانہ ہے۔

ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہر وقت بچوں میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے حرکات سکنات، اور دوسری باتوں سے وہ تغیر نمایاں ہوتا ہے،

پس اُن کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھنا چاہیئے جو اُس تغیر کی وجہ سے وہ خوبی کی راہ سے منحرف نہ ہونے پائیں، اور اگر ایسا طرز عمل اختیار نہ کیا جائے گا تو بچوں کی ترقی ایک حد تک دشوار ہو جائے گی۔

عقلمندی کا اقتضا یہی ہے کہ بچہ کی حالت کی تدریجی تبدیلی کے ساتھ طرز عمل میں بھی تبدیلی کی جائے اور کوئی ایسا طرز عمل نہ اختیار کیا جائے

جس سے اُس کی دماغی ترقی کو نقصان پہونچے۔

بچہ مین تمام انسانی خاصیتین اور قابلیتین موجود ہوتی ہین اور جسمانی قوا کی طرح اُن کا بھی رفتہ رفتہ نشو و نما ہوتا ہے، وہ بات کرنا سیکھ جاتا ہے، اِدھر اُدھر آزادی سے پھرتا چلتا ہے، طبیعت کھُل جاتی اگرچہ ڈہائی برس کی عمر مین بچہ صرف کچھ ٹوٹے پھوٹے جُملے بول سکتا لیکن سات برس کی عمر مین گفتگو کرنے کی اچھی قابلیت ہو جاتی ہے و اچھی طرح سادہ گفتگو کر سکتا اور سمجھ سکتا ہے۔[1]

جسمانی اعتبار سے بھی بچہ ترقی کر جاتا ہے وہ چل سکتا ہے دوڑ سکتا اور ایسے کھیل کھیلتا ہے جس سے اعضا کی نشو و نما اور مضبوطی کو امداد ملتی ہے ایسے کھیل بھی کھیلتا ہے جس مین ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے وہ عام لوگون اور دوستون اور چیزون کے بارہ مین راے قائم کرنے لگتا ہے اُس کو اس بات کے جاننے مین بڑی دلچسپی ہوتی ہے کہ فلان بات

---

[1] نوابزادہ حمید اللہ خان سلمہ اللہ تعالیٰ نے سات سال کی عمر مین ایک دربار مین جو کارونیشن کے تمغون کی تقسیم کے متعلق صاحب پولیٹکل ایجنٹ بہادر بھوپال مین منعقد کیا تھا نہایت روانی کے ساتھ شکریہ کی تقریر کی تھی۔

مین نے خود سات سال مین تو نہین لیکن گیارہ برس کی عمر مین ایک عظیم الشان مجمع کے روبرو تقریر کی تھی۔

کیون اور کیونکر ہوئی وہ بہت سے کام انجام دینے کی کوشش کرتا ہے یہ کوشش بعض اوقات اصلی اور اکثر نقلی ہوتی ہے، وہ دوسرون کو جب کوئی کام کرتے دیکھتا ہے تو ویسا ہی کرنا چاہتا ہے اور تجربہ و حافظہ کی مدد سے اُس کو مکمل کر لیتا ہے، جانور اور تصویرون کو دیکھکر محظوظ ہوتا ہے مشاہدہ کی قوت زیادہ بڑھ جاتی ہے حرکات یاد رہتی ہین اور اکثر آوازین پہچاننے لگتا ہے۔

مذکورہ بالا تغیرات کو پیش نظر رکھکر یہ دیکھنا چاہیئے کہ بچہ کی عُمر کے پہلی سال مین اُس سے گفتگو تو ہوتی نہین ہے صرف بعض باتین اُس سے کہی جاتی ہین جیسے آؤ، خاموش رہو، ٹھیرو، اُٹھو، اس زمانہ کا اقتضا یہی ہے کہ بے اختیاری سے فوراً ان احکام کی تعمیل کی جاے، لیکن بچہ جب کچھ بڑا ہو جاتا ہے تب اطاعت کرانے مین ایک قسم کی دقت ہوتی ہے اور باہمی تعلقات سوال وجواب کے ہو جاتے ہین، بچہ سے بہت سے سوالات کئے جاتے ہین مثلاً، کیا تم بھوکے ہو؟ اس کے جواب مین ہان، اور نہین دونون کہا جاسکتا ہے، کھیل اور گفتگو مین بچہ کا منشاء دیکھا جاتا ہے، اور اُس کی بعض بات کا لحاظ کیا جاتا ہے، مگر اس کے یہ معنی نہین ہین کہ اُس کی اطاعت کی جاتی ہے بلکہ معقول پسندی سکھائی جاتی ہے، اور اس طریقہ سے اُس کو اطاعت کا سبق پڑھایا جاتا ہے،

کیونکہ پہلے اُس کو ایک بات سمجھائی جاتی ہے اور پھر اُس کی خواہش پر
منظوری یا نامنظوری دی جاتی ہے اور اِس طرح اپنا حکم تسلیم کرایا جاتا ہے
اور اسی طرح اطاعت کا سبق ہوتا ہے مگر یہ زمانہ نہایت ہوشیاری سے
سبق اطاعت دینے کا ہوتا ہے کیونکہ معمولاً مدارج زندگی کے تغیر پذیر
کی وجہ سے اور نیز شوخی اور ذہانت کے سبب سے جس مین کبھی کبھی نافرمانی
اور جھوٹ شامل ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ فوری اطاعت و فرمان برداری
جو ڈھائی تین برس کی عمر مین بے چون و چرا ہوتی ہے مفقود ہو جاتی ہے۔
عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ اطاعت کے مسئلہ مین فرق آ جاتا ہے اور
بے چون و چرا تعمیل جو اُس عمر مین ہوتی ہے، اب حکم دینے کے طریقہ پر
منحصر ہو جاتی ہے، اگر حکم دینے اور تعمیل کرانے کا طریقہ پر تاثیر ہو
تو خواہ وہ کیسی ہی ناپسندیدہ اور ناگوار تجویز کیون نہ ہو بچہ اُس کو
قبول کر لیتا ہے، اور پھر آخر مین یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اچھی تعلیم پایا ہوا
بچہ اپنے والدین یا مربیون کی بانحوشی بخوشی و قعت کرتا ہوا اُسی سے
فرمان برداری کے زمانہ کو بہت ہوشیاری کے ساتھ طے کرنا چاہئے
اور ہمیشہ عقلمند والدین کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے بچون کی
تجویزون اور خواہشون کو حسن اخلاق کے ساتھ منظور کر لیا کرین اور کبھی اُن کو
ایسی بات پر مجبور نہ کرین جن کے لئے اُن کا دل نہ چاہتا ہو اُن کو بار معلوم

یا نفرت پیدا ہو، حکم دیتے وقت محکوم کی خواہشون کا لحاظ رکھنا ایک بڑا ضروری اصول ہے۔

خواہشون کے پیدا ہونے اور ضرورتون کے سمجھنے کے زمانہ مین والدین کو بہت کچھ عقلمندی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے خواہشین اور ضرورتین مثل ایک اُبلتے ہوے چشمہ کے ہین اگر اُس کو محدود کر دیا جاے اور پانی کا کوئی مخرج نہ رکھا جاے تو لامحالا وہ اُن حدود کو یا اُس بند کو چارون طرف سے توڑ کر سیلابی صورت مین ایک طوفان برپا کر دے گا، اسی طرح بچون کے دلون مین ہمیشہ خواہشین پیدا ہوتی رہتی ہین، اگر اُن کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جاے تو وہ بُری طرح اپنے نکلنے کا راستہ اختیار کرین گی۔

بچون سے زیادہ مباحثہ بہتر نہین ہے، بہتر یہ ہے کہ اُس کو یہ یقین پیدا کر دینا چاہیئے کہ ماں باپ کا حکم ہمارے فائدہ سے خالی نہین وہ ہم سے زیادہ ہماری بہتری کو جانتے ہین، ہم کو کسی بات پر بحث یا تکرار نہین کرنی چاہیئے بلکہ تعمیل ہمارا فرض ہے، البتہ اُن کو اس بات کی عادت ڈالنا چاہیئے کہ وہ والدین کے احکام پر غور کرین۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتداءمین والدین کی سخت مخالفت یا ایسے ہی اور اسباب سے جو ضد یا نافرمانی پیدا ہوتی ہے اُس کا مادہ روز بروز

بڑھتا جاتا ہے اور وہ ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ پھر کسی طرح زائل نہین ہوتا اگر غلطی سے بچون بین ضد یا نافرمانی پیدا ہو چکی ہو تو جہان تک ممکن ہو حکمت عملی کے ساتھ اُس کو ٹالا جاے اور دوسرے وسیلون سے دور کرنے کی کوشش کی جاے۔

اتفاقیہ غلطیون سے ہمیشہ چشم پوشی کرنا چاہئے بلکہ بعض وقت سرکشی سے بھی طرح دیدی جاے تو مناسب ہے، اور یہ طرح دینا بھی ایک تازیانہ ہے جس پر غور کرنے کے بعد بچے خود نادم ہون گے۔

زمانۂ شعور

۱۔ جب بچہ قریب دو برس کی عمر کے ہو جاتا ہے تو عقل سے کام لینے لگتا ہے پھر دو تین برس اور گذرنے پر اُس کی قوت اور بات کرنے کی خواہش مین پختگی آجاتی ہے۔

۲۔ جب آٹھ برس کے قریب پہونچتا ہے تو اپنی سمجھ اور ہدایت سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر کچھ اور زمانہ گذرنے پر طفولیت کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور بچہ عورت یا مرد بن جاتا ہے۔ یہ زمانہ نہایت

ہوشیاری ، احتیاط ، استقلال ، اور ضبط کا ہے ، اگر ان زمانوں میں والدین اچھی طرح تربیت کرلیں تو پھر وہ اپنے اُس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں جو قانون الٰہی یا احکام مذہب نے اُن پر عائد کیا ہے ۔

سادہ زندگی

ہم نے ابواب ماسبق میں عادت کے راسخ ہونے اور اطاعت کے زمانہ کو بیان کیا ہے ، لیکن اب کسی قدر تفصیل کے ساتھ چند ایسی عادتوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو بہت سی عمدہ عادتوں کی بنیاد ہیں اُن میں سادہ زندگی کو سب سے مقدم رکھتے ہیں ۔

جو انسان سادہ زندگی بسر کرنے کا عادی ہوتا ہے اُس کو نہ کسی سے حسد ہوتا ہے نہ اُس کی خواہشیں وسیع ہوتی ہیں ، نہ وہ عیش و عشرت کا بندہ ہوتا ہے ۔

ایک سادہ زندگی بسر کرنے والا آدمی قانع مستقل مزاج ، اور ہر حال میں صابر و شاکر ہوتا ہے وہ دنیا میں نہ کبھی محتاج رہتا ہے اور نہ امراض حرص وہوس میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس کے دل کو کسی چیز کے

میسر ہونے سے تکلیف نہین پہونچتی، تکلفات سے نفرت ہو جاتی ہے اور یہ عادتین اُس کو خود بخود ایک کفایت شعار آدمی بنا دیتی ہین اور وہ اپنی ضرورتون کو آسانی کے ساتھ پورا کر لیتا ہے، لیکن یہ عادت جب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ اسی زمانہ سے کہ جس کا ذکر ہم نے کیا ہے پیدا کرائی جاے، پس اسی عمر غذا، لباس اور دیگر ضروریات زندگی مین سادگی ملحوظ رکھی جاے، غذا بہت ہی سادہ قسم کی ہو، مرغن کھانے کبھی نہ دیئے جائین، شیرینی کبھی کبھی کھانے کے بعد دی جاے، لیکن کھانے سے پہلے اور کھانے کی جگہ نہ دی جاے۔

لباس ستھرا، خوش وضع، کارآمد، اور اسراف سے مبرا اور ہر اعتبار سے اُس مین سادگی ہو، بستر اصول حفظان صحت کے مطابق بنایا جاے۔

بچون کو ہمیشہ گود مین لیکر نہ پھرنا چاہئے اور نہ اس خوف سے کہ وہ چلنے پھرنے مین گر پڑین اُن کے ساتھ سایہ کی طرح رہنا چاہئے۔

اُس کو اپنے اوپر بھروسہ کرنے اور دوسرون کی مدد حاصل کرنے سے بے پروا رہنے کی عادت ڈالی جاے اور ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ بچہ خوش مزاج رہے اور اُس کے مزاج مین چڑچڑاپن نہ پیدا ہو۔

سادہ غذا سے اُس کی صحت ہمیشہ اچھی رہے گی جو کچھ کھاے گا وہ

جزو بدن ہو گا اور چٹورپن کی مذموم عادت بھی اُس مین نہ پڑنے پاے گی

لباس کی سادگی سے یہ فائدہ ہو گا کہ اُس کو اعلیٰ قسم کے بیش قیمت لباسون کی طرف جو محض نمائشی ہوتے ہین کبھی توجہ نہ ہوگی ، وہ اپنے ذاتی کامون کے لئے دوسرون کا محتاج ہو کر نہ بیٹھے گا اور نہ درجنون نوکر رکھنے کی اُس کو ضرورت ہوگی ۔

آجکل کے تعلیم یافتہ نوجوانون کو دیکھا جاتا ہے کہ اُن کی آمدنی کا بہت زیادہ حصہ جو آسانی کے ساتھ پس انداز ہو سکتا ہے اور جو اپنی تکلیف و مصیبت کے دنون مین یا دوسرے قومی کامون مین یا اپنے اعزا یا اقربا کی امداد مین صرف ہو سکتا ہے ۔ نمائشی چیزون یا طرح طرح کے متعدد سوٹون اور ایسی ہی اسباب غیر ضروری مین صرف ہو جاتا ہے اور اِس طرح وہ خود ہی مسرف نہین بنتے بلکہ اپنی اِس مثال سے اپنے بچون کے لئے بھی اسباب بربادی مُہیا کرتے ہین ، اگر اُن کو شروع ہی سے کفایت شعاری کی عادت ہو جو سادہ زندگی کا یقینی نتیجہ ہے تو ہر چیز ضرورت کے مطابق رکھین گے اور کبھی اُن کی نظر ایسی وسیع اور خواہشین غیر محدود نہ ہون گی ۔

سادگی کے ساتھ تندرستی کا خاص لگاؤ ہے اور ہر ایک مان اس کا اندازہ خود کر سکتی ہے ، اگر بچے اسی عمر سے سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی بنائے جائین تو وہ کبھی فرضی ضرورتون کے لئے بے قرار

اور بے چین نہ ہون گے، وہ صرف اپنی حقیقی ضروریات کے پورا کرنے کی فکر کرین گے، اورجب وہ پوری ہون گی تو اُن سے اُن کو حقیقی حظ حاصل ہوگا، اور نیز یہ خصلتین اُن کی پشت ہا پشت کو کفایت شعار بنادین گی، اِس لئے لازم ہے کہ بچہ کو کبھی ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ دی جاے اور ہرامر مین واقعی ضرورت کا خیال رکھا جاے۔

کسی بچہ مین سادہ زندگی کی عادت پیدا کرادینا ایک بڑا کام ہے جس کی عظمت کا کوئی شخص اندازہ نہین کرسکتا، اگر بچہ کو سادہ زندگی کا خوگر بنادین تو گویا اُس کو ہم دنیا کا ایک خوش وخُرّم شخص بنا سکتے ہین۔

اس سے یہ غرض نہین ہے کہ تم اپنے بچون کو خوش پوشاک نہ رکھو نہ یہ مدعا ہے کہ ضروریات کی چیزین خواہ مخواہ بدقطع بدوضع اور ارزان خرید کر گھر کی زیب وزینت کو برباد کرو ایسا کرنا بھی بچون کو بخیل اور بدتمیز بنادیگا۔

مقصود یہ ہے کہ غذا و لباس اور طرز معاشرت مین کفایت شعاری صفائی اور تندرستی کے خیالات کو پیش نظر رکھکر اُن کو کفایت شعار باتمیز اور تندرست بنانے کی کوشش کی جاے۔

مین اِسی سلسلہ مین خود اپنا ایک واقعہ تحریر کرتی ہون جو حقیقتہً سادہ زندگی کا ایک سبق ہے۔

میری نانی نواب سکندر بیگم صاحبہ (خلد نشین) نے جو تعلیم کی بے حد دل دادہ تھین، جہان میری مختلف قسم کی تعلیم کے لئے متعدد اوستاد مقرر کئے تھے وہان انگریزی تعلیم کے لئے بھی ایک ماسٹر مقرر تھا، جب اُن کا انتقال ہوگیا تو والدہ ماجدہ سرکار (خلد مکان) نے میرے قدیم ماسٹر کو کسی وجہ سے علٰحدہ کر کے ایک دوسرے ماسٹر کو جو کلکتہ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ اور ایک نومسلم بنگالی تھے مقرر کیا، اُس وقت میری عُمر بارہ سال کی تھی اور اگرچہ ابتدا ہی سے میری معاشرت مین سادگی داخل تھی، لیکن پھر بھی ہندوستانی رواج کے مطابق میرے لباس مین کچھ لچکہ ٹھپہ ضرور ہوتا تھا، میرے جدید ماسٹر اس کو بھی پسند نہین کرتے تھے، اُنھون نے مجھ کو بالکل سادگی کی تاکید کی اور میری آیا وغیرہ کو بھی اس جانب توجہ دلائی اور اُن کو سمجھایا کہ بچون کو ہمیشہ سادگی کی رغبت دلائی جاے۔

یہ ظاہر ہے کہ جُہلا ایسی باتون سے بُرا مانتے ہین، خصوصاً امرا کے بچون کے واسطے تو ایسی نصیحتین اُن کو کبھی پسند نہین آتین، لیکن یہان ایک تو خاندانی اثرات سادگی موجود تھے، دوسرے اُن استاد کے کلمات ناصحانہ ایسے دلنشین تھے کہ میرے قلب پر بے انتہا اثر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس تزک و احتشام اور اعلی النعمتون کے جو خداوند تعالیٰ نے

میرے بزرگون کو اور مجھ کو عطا فرمائی ہین بین بالکل ہی سادہ زندگی کی عادی بن گئی اس سادہ زندگی سے جو لطف مجھ کو حاصل ہوا ہے اُس کو مین اِس مختصر کتاب مین نہین لکھ سکتی ، البتہ جنھون نے میری خانگی زندگی کو دوسری امیرزادیون سے مقابلہ کر کے دیکھا ہے وہ اُس کے تفاوت کو بخوبی بیان کر سکتے ہین -

سچائی

جب بچہ کچھ لفظ یا جملے بولنے لگتا ہے تو اُس وقت جھوٹ بولنے کا امکان ہے ، اور اُس کی ابتدا اکثر قدرتی طور پر ہوتی ہے ، اس لئے کہ اس زمانہ کی ابتدا مین عموماً بچہ وہی جُملے بولنے کے لئے تیار رہتا ہے ، جن کو بول سکتا ہے ، اور اس طرح بغیر سمجھے ہوئے وہ جھوٹ بولتا ہے مثلاً اُس سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ یہ چیز (جو اُس کے ہاتھ مین ہے) کس نے دی ؟ وہ جواب دینا چاہتا ہے مگر اُس کے پاس الفاظ نہین ہین ، لھذا جو مونھ مین آتا ہے کہہ دیتا ہے ، اب یہ ماں کا فرض ہے کہ وہ اُس کو بتا دے لیکن جو ماں یا باپ اس بات کے عادی ہوتے ہین کہ بچون کے ایسے جواب سُنکر خوش ہوتے اور لغو سوالات کرتے ہین وہ کوئی بُری بات نہین سمجھتے

اور در اصل برائی کو جان بوجھکر بڑہاتے ہین ۔

جب بچہ کوئی قصور کرتا ھے ، اور اُس سے اُس کی بابت پوچھا جاتا ھے تو وہ بے جانے بوجھے جواب دیدیتا ھے ، اور پھر کچھ زیادہ عمر ہونے پر جب کہ اُس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جانے لگتا ہے تو جھوٹ بولنے کو آسان سمجھ لیتا ھے اور اس کو تکلیف اور سزا سے بچنے کا ذریعہ سمجھتا ھے، یہ وقت درحقیقت بڑے خطرے کا ہے اور بڑی ہوشیاری کی ضرورت ھے ، والدین کو چاہئے کہ اُس کی اصلاح کرین مشتبہ سوالات سے احتراز رکھین ، جو کچھ بے سمجھے بوجھے بچے کہین اُس کو ٹال دین ، جھوٹ بولنے ، اور جھوٹی باتون کا ذکر بھی نہ کرین اُن کی بے ٹھکانے یا مبالغہ آمیز باتون کی اصلاح بہت آسانی کے ساتھ نرم لب و لہجے مین کی جاسکتی ھے ، اگر والدین سمجھ سے کام لین تو بچے ہر ایک بات مین صداقت کو کام مین لائین گے پانچ برس کی عمر مین دلی خیالات مین ایک حد تک پختگی آجاتی ہے ، اس وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے چونکہ سچ بولنا ایک فطری امر ہے ، اس لئے سچائی کی عظمت کا فوراً اثر ہوتا ہے مگر اس لئے اسی زمانہ کی احتیاط درکار ہے ۔

سچائی کی عظمت کے لئے سب سے بڑی ضروری چیز یہ ھے کہ بچے کے دل مین سچی بات کی محبت پیدا کرائی جاے اور وہ سمجھ لین کہ سچائی کیسی اچھی چیز ھے اور اُس سے کیا فائدے ہوتے ہین ✻

اخلاقی جرأت

ہر شخص مضبوط اور قوی ہونا پسند کرتا ہے اور سب اس بات کو چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے توانا ہوں، ٹانگیں، بازو، پھیپھڑے مضبوط ہوں، لیکن وہ مضبوطی جس کا پیدا کرنا اُن کی روحی قوت ہوگی اِس کے لئے خاص طریقوں کی ضرورت ہے۔ اور اس قوت کا نام اخلاقی جرأت ہے جو والدین ہی پیدا کر سکتے ہیں۔

وہ شخص جو ہر وقت اپنے مزاج کو قابو میں رکھتا ہے اور کسی بات سے بھڑکتا نہیں ظاہر ہے کہ وہ مضبوط ہے، بے کار و سُست رہنا کمزوری کی علامت ہے، محنتی ہونا مضبوطی کی دلیل ہے، اپنی اور دوسروں کی مدد کرنا حق بات کہنے سے نہ ڈرنا اوروں کی بھلائی پیشِ نظر رکھنا قوت کی نشانی ہے محض اپنی ذات کا خیال رکھنا، خود غرضی یا دوسروں سے کام نکالنا، بیجا کام کرنا اور اپنے جاہلانہ خیالات کا شکار ہو جانا کمزوری کی علامت ہے۔

مضبوطی کو تین برس کا بچہ اور تیس برس کا جوان دونوں بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اور اس لئے تم کو اِس جانب برابر توجہ کرتے رہنا چاہئیے کہ کہ اپنے اوپر قابو ہونے سے اور دوسروں کی مدد کرنے سے قوت ظاہر

ہوتی ہے ، اپنی نفسانی خواہشون اور اپنی فکر مین پڑ جانے سے کمزوری ثابت ہوتی ہے۔

تم بچون کی نشوونما مین یہ ثابت کر دو کہ اگر وہ مضبوط ہونا چاہتے ہین اور بڑی شخصیت کے خواہان ہین تو صرف حق شناسی، دوسرون کی امداد کا خیال اور ایثار ہی وہ چیزین ہین جو اصلی قوت عطا کرتی ہین ، دلون مین اُس پہلوان اور مضبوط آدمی کا جو سیکڑون دنگل جیتے یا منون کی بوجھل چیز اُٹھا کر پھینکدے اتنا اثر نہین ہوتا جتنا اثر اُس نحیف الجثہ آدمی کا ہوتا ہے جو حق بات کہنے مین مضبوط ہو اور ایثار کی صفت رکھتا ہو ۔

چیزون کی ترتیب

بچون کی تربیت مین ترتیب بھی ایک بہت بڑی چیز ہے اور اگر اُس پر توجہ کی جاے تو بچے بہت کچھ اپنے کام خود کرلین گے اور اُن کی ہر بات مین ایک سلیقہ پیدا ہو جاے گا اور وہ ایک محتاط شخص بن جائین گے اُن کو جاننا چاہئے کہ چیزین کہان رکھین اور جس چیز کی اُن کو ضرورت ہو وہ کہان پر ملے گی ، اُن کو اپنے کھلونے اپنی کتابین اور اپنی تمام چیزین مقررہ

جگھون پر رکھنی چاہئین اور جہان سے اُٹھائین استعمال کے بعد پھر اُسی جگہ رکھا دین استعمال کرتے وقت اُن کی حفاظت کرین۔

بے ترتیبی و بدسلیقگی ایسی چیزین ہین جن کا اثر عادتون پر بھی پڑتا ہے اس لئے ان دونون باتون کو بچون کے پاس کبھی نہ آنے دینا چاہئے اگر گھر کی ضروری چیزین مثلاً میز، کرسی، فرش، پلنگ، بستر، گملون وغیرہ کا لحاظ وخیال رکھا جاے گا یعنی اپنی چیزون کے ساتھ محبت ہوگی تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے ہم جنس کے ساتھ اور بھی زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آنے کو تیار ہو جائین گے اور ان کو ضروری چیزون کی قدر ہوگی، ہر چیز کا عام طور پر لحاظ رکھنا ایک نیکی ہے اور یہی نیکی آیندہ منازل زندگی مین انسانی اخلاق کو مکمل کر دیتی ہے، یہ تمام باتین سمجھانے سے نہین آتین بلکہ اُن کا سب سے بڑا معلم خود والدین کا طرز عمل اور گھر کا طریق انتظام ہے۔

جو والدین خود ترتیب وسلیقہ نہین جانتے اُن کو بچون سے کسی طرح اس کی امید نہین رکھنا چاہئے ❊

خواہشون کو مغلوب کرنا

زندگی کی مسرتون کا بہت کچھ انحصار اس بات پر ہے کہ انسان ہین اپنی خواہشون کو مغلوب کرنے کی قوت ہو، جو لوگ کہ اپنی خواہشون پر غالب ہوتے ہین اُن کو مراحل زندگی ہین کوئی دشواری پیش نہین آتی، ابتدائی زمانہ عمر اور نیز زمانہ ما بعد ہین اس عظیم الشان صفت پر جو بہت سی نیکیون کی بنیاد اور بہت سی عمدہ عادتون کا سرچشمہ ہے، عمل کرنے کے اکثر موقع حاصل ہوتے ہین، لیکن اس صفت کے خوگر بنانے کا زمانہ بھی دو ڈھائی برس کی عمر کا زمانہ ہے اور معلم یعنی مربی (جو صرف مان ہی ہوسکتی ہے) کے لئے بھی مثل اوس ڈاکٹر کے جو کوئی خطرناک عمل جراحی (اپریشن) کرنے والا ہو مستعدی اور استقامت مزاج کی ضرورت ہے۔

ایک عقلمند باپ نے اپنے بیٹے کو جب کہ اُس نے یہ شکایت کی کہ چچا نے فلانی چیز باوجود اصرار کے ساتھ مانگنے کے مجھے نہین دی لیکن اپنی بیوی کے بھائی کو دیدی، نہایت نرمی کے ساتھ سمجھایا کہ :-

بیٹے! یہ خود تمھارا قصور ہے کہ تم نے ایسی چیز کا سوال کیا جس کے بغیر نہ تم کو کوئی تکلیف تھی اور نہ تمھارا کوئی ہرج تھا، کاشکہ نہ تم یہ سوال

کرتے اور نہ یہ ندامت اُٹھاتے، تم کو کبھی کوئی چیز نہین مانگنی چاہئے جب تک کہ تم سخت ضرورت مند نہ ہو۔

سادہ زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی خواہشون پر غالب رہتا ہے، اور جو شخص کہ خواہشون پر غالب نہین ہوتا وہ ہمیشہ کسی نہ کسی تکلیف یا رنج مین مبتلا رہتا ہے، یہ ایک ایسا کلیہ ہے کہ جس سے کوئی انسان خواہ وہ کسی مرتبہ یا درجہ کا ہو مستثنیٰ نہین ہوسکتا، ظاہر ہے کہ ہر بچے کی کچھ نہ کچھ خواہشین ہوتی ہین اور وہ خواہشین پوری نہ ہون گی تو خواہ مخواہ اُس کو رنج ہوگا اور پھر یا تو اُس رنج سے دل و دماغ پر اثر پڑے گا یا اُن کے پورا کرنے کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی کی جائے گی۔ بہرصورت اس کے نتائج ہمیشہ خراب نکلین گے ہر شخص اپنے گرد و پیش اپنے خاندان اور وطن کی حالت پر نظر کرے تو دولت اور جائداد کی تباہی کے اسباب صرف خواہشون کی تکمیل مین مشاہدہ کرے گا۔

بعض والدین صرف اس خیال سے دولت جمع کرتے ہین، جائدادین پیدا کرتے ہین کہ وہ اپنی اولاد کے لئے اس قدر ترکہ چھوڑ جائین جس سے وہ ایک خوش و خرم زندگی بسر کرسکے لیکن مسلمانون مین تو بہت ہی کم ایسی امیدین پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہین اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تربیت و تعلیم مین اس بات کو پیش نظر نہین رکھتے کہ بچہ کو خواہشون پر غالب

رہنے کی عادت پڑ جاوے۔

موجودہ زمانہ مین فیشن نے خواہشون کو بڑھا دیا ہے، تعلیمی اخراجات بھی دن دونے رات چوگنے ہوتے جاتے ہین اور سادہ زندگی فنا ہو رہی ہے،

ایک کنبہ والا آدمی جو سو روپیہ تنخواہ پاتا ہو اپنے دو بچون کو کالج مین بغیر امداد وظائف کے تعلیم نہین دلا سکتا، طلباء کے اصراف، لباس و آرائش کی کوئی حد مقرر نہین ہے تو جب تک مائین بچون مین اس عادت کو پیدا نہ کرین گی کیونکر تعلیم کا بار اُٹھایا جا سکتا ہے۔

ہر سال صرف ایک طالب علم کے نمائشی لباس پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے جو دو آدمیون کے ضروری لباس سے بھی زائد ہوتا ہے، یا تو مائین باپون سے چُھپا کر یا دونون فرط شفقت سے جس کے اندر آیندہ زندگی کی تباہی مضمر ہوتی ہے، بچون کی خواہشون کو پورا کرتے ہین جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی بیٹا جب تعلیم ختم کر چکتا ہے تو بجاے اِس کے کہ والدین کا شکر گذار ہو اور اُن کی عزت و عظمت کرے، حقیر سمجھنے لگتا ہے، اُس کو اُس گھر مین رہنے سے عار ہوتا ہے جس مین اُس نے پرورش پائی ہے وہ اپنی خواہشون کے پورا کرنے کا اس قدر دلدادہ ہو جاتا ہے کہ اگر آمدنی ہے تو بے دریغ خرچ کرتا ہے ورنہ قرض دام سے بھی نہین چوکتا اُس مین صلہ رحم بھی باقی نہین رہتا کہ وہ اپنے غریب عزیزون کی دستگیری

کرے، عاقبت بینی کی صفت جاتی رہتی ہے، اور وہ نہین سمجھتا کہ کل اُس کے لئے کہان سے آئے گا، افسوس ہے کہ اِس آفت مین زیادہ تر مسلمان خاندان اور مسلمان بچے مبتلا ہوتے ہین جن کے یہان خواہشون کو مغلوب کرنا اور انجام بینی وغیرہ جیسی صفات جزو مذہب ہین۔

اگر والدین ابتدا ہی سے اپنی خواہشین مغلوب کرکے بچون کو سادہ زندگی کی طرف مائل کرین اور اس طرح اُن کو بھی خواہشون پر غلبہ حاصل کرنے کی عادت ڈلوائین تو یہ مصائب کبھی نہ پیدا ہون۔

جس طرح سادہ زندگی سے خواہشین پیدا نہین ہوتین اور جو پیدا ہوتی ہین وہ مغلوب رہتی ہین، اسی طرح اس سے صبر و قناعت کی صفات حسنہ پیدا ہو جاتی ہین، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ایک عمدہ عادت سے کئی عمدہ عادتین خود بخود پیدا ہو جاتی ہین۔

خواہشون پر غالب ہونے کے لئے سب سے مفید طرز عمل یہ ہے کہ بچون کو جہان تک ممکن ہو بازارون مین بھیجنے اور دوکانون پر جانے سے روکا جائے اور کوئی چیز جو زائد از ضرورت ہو نہ دی جائے، ہر چیز اپنی حیثیت کے مطابق اور سادہ استعمال کرائی جائے ⁂

انسانیت

انسان اُس وقت تک انسان کہلائے جانے کا مستحق نہیں جب تک اُس میں انسانیت کی صفات نہ ہوں، جس حالت میں کہ آدمی کو جانور سے ممیز کیا گیا ہے تو پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ انسانی تہذیب سے علیحدہ رہکر پرورش پائے تو وہ جانور سے بھی بدتر ہے، جانور کا دارمدار اُس کی حیوانی سمجھ اور ترکیب اعضا پر ہے، لیکن انسان کا دارمدار اُس کی تہذیب اور اُس نور پر ہے جو عقل سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اُس سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اِس کو دوسروں کے ساتھ ملکر کام کرنا پڑتا ہے اور اُن سے علم حاصل کرتا ہے اپنی ذہانت اور عقل سے کام لیتا ہے اور کسی اعلیٰ نظیر کے مطابق کام کرتا ہے اور اگر اِس سے مطابقت نہو تو وہ جانور سے مشابہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے آدمی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جاہلانہ جذبات و خیالات اور خواہشوں کی پیروی نہ کی جائے کام میں عجلت نہ ہو اپنی ہی ذات کے خیال میں محویت نہ ہو جائے، اعلیٰ نظیر کو زندگی میں مد نظر رکھا جائے، اپنے تمام وجود کو اعلیٰ نظیر کا تابع بنا دیا جائے، جتنی اعلیٰ نظیر رہنما ہوگی اُتنی ہی انسانیت آئے گی۔

اگر والدین کے دل میں یہ خیال رہے کہ آدمی حقیقت میں کیا چیز ہے تو پھر اس خیال سے جو افعال سرزد ہوں گے اُن کا اثر بچوں پر پڑیگا اور وہ مناسب وقت پر سمجھانے سے بہ آسانی سمجھ جائیں گے ، تمھارا یہ کہنا کہ آدمی علم حاصل کرتا ہے ، کام کرتا ہے ، مدد کرتا ہے ، اپنے اوپر قابو رکھتا ہے موثر ہوگا ، اور اِسی طرح دوسری نصیحتیں کارگر ہوں گی۔

بچے جتنے بڑھتے جائیں اُتنا ہی اُن کو سمجھایا جائے کہ انسانیت کس کو کہتے ہیں ، جب بچے انسانیت کے مفہوم کو سمجھ جائیں گے اور اپنی آنکھوں کے سامنے مثال دیکھیں گے اور اخلاقِ انسانی کی تعلیم پائیں گے ، تجربہ کریں گے اُس وقت وہ انسان کامل کا مصداق ہو جائیں گے۔

بچوں کو والدین کی مدد کرنی چاہیئے

بچوں کے لئے ایک طرف تو میدان ، کھیل اور مشاغل ہیں اور دوسری جانب اُن کے وہ تعلقات ہیں جو اپنے بزرگوں کے ساتھ ہیں اس لئے اوائل عمر ہی سے بچوں کے دل میں اُن تعلقات کی عظمت قائم کرنی چاہیئے ، اور یہ سمجھانا چاہیئے کہ اُن کے ذمہ بھی کچھ ایسے کام ہیں

جن کا کرنا اُن کے فرائض مین داخل ہے ، مختصر یہ کہ بچون مین بزرگون کی خدمت کا خیال اور امداد کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔

مان بچہ کی خدمت کرتی ہے ، اور اُس کو اس خدمت کا کچھ عوض نہین ملتا اس لئے بچہ کو یہ دلی تمنا ہونی چاہئے کہ وہ مان کی خدمت کرے۔ مگر کتنی مائین ہونگی جو بچون پر اُن کے زمانہ شعور مین حکمرانی کرسکتی ہین اور بچے ان کی خدمت کے متمنی رہتے ہون ، بچون کو فطرتاً اس بات مین، کوئی وقت نہین معلوم ہوتی کہ وہ گھر کے کام کرین پس یہ اچھی طرح ممکن ہے کہ اُن کے دل مین کام کرنے کا حوصلہ پیدا کرایا جاے ، اور اس کی سہل تدبیر یہ ہے کہ اُن کو تربیت دی جاے کہ جہان تک ممکن ہو وہ اپنا کام خود کرلین اور خانگی اور عام کامون سے نفرت نہ کرین اور جہان تک اُن سے ممکن ہو دوسرون کا کام کرین مگر اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ اُن سے ذلیل محنت کرائی جاے یا ان کامون کے سبب سے اُن کی تندرستی اور اُن کی تعلیم کے ہرج کا خیال نہ کیا جاے ، غرض ان باتون کا امتیاز خود والدین کی عقل و دانش پر منحصر ہے ✤

دوسرے بچون کے ساتھ میل جول

بچون کا باہمی تعلق ساتھ کھیلنے سے زیادہ مستحکم ہوتا ہے ، اور اکثر بڑے چھوٹے ہونے کا لحاظ جاتا رہتا ہے اور برابری کا تعلق ہو جاتا ہے مگران تعلقات کو ہمیشہ غور کے ساتھ دیکھتے رہنا چاہیئے ، کیون کہ بچون کی رائے مین خامی ہوتی ہے اور بعض اوقات اس قسم کے تعلق سے خطرناک نتیجے نکلتے ہین ۔

ابتدا سے بچون کا باہمی تعلق اگر اُس مین ضد ، غرور ، حرص ، طمع ایذا رسانی وغیرہ نہ ہو تو آیندہ زندگی مین نہایت خوشگوار نتایج پیدا کرتا ہے دوسرون کے ساتھ محبت ایثار اور خوشدلی پیدا ہوتی ہے ۔ دوستون کو مدد دینے کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور طبیعت ایک ایسا مستحکم اثر قبول کر لیتی ہے جو ہمیشہ قائم رہتا ہے اور اسی طرح اخلاقی ضوابط کا ایک مجموعہ خود بخود مرتب ہو جاتا ہے ۔

ابتدائی زمانہ مین ساتھ کھیلے ہوئے دوست ہمیشہ بڑے مددگار اور ہمدرد ثابت ہوتے ہین ، لیکن جہان اُن کے تعلقات مین خود غرضی

داخل ہوئی یا طبیعت پر حسد کا رنگ چڑھا تو پھر اس سے زیادہ کوئی خطرناک چیز نہین۔

چھوٹے بچون کے ساتھ بڑے بچون کا رہنا بھی مفید ہوتا ھے بشرطیکہ اُن کے اخلاق اور اطوار پر بھروسہ ہو۔

غیر خاندان یا ہمسایہ کے بڑے بچون کے ساتھ رہنے کی اُس وقت اجازت دی جاے جب کہ اُن کی تربیت کی نسبت کامل اطمینان کرلیا جاے اور باوجود اس اطمینان کے بھی نگرانی سے غافل نہین ہونا چاہئے اور کوشش رکھنی چاہئے کہ آپس مین اُسی طرح برتاو رکھین جیسا کہ اپنے خاندان والون سے رکھتے ہین۔

کھیلون مین اور کھیلنے والون کے تعلقات مین عزت اور حق کا لحاظ ایک ضروری چیز ھے ، کھیلون کے متعلق بھی توجہ کی جاے یعنی وہ ایسے کھیل کھیلین کہ جن مین ورزش ہو ، تندرستی بڑھے ، اور فرحت حاصل ہو ذہن سے کام لیا جاے ، غور کی عادت ہو ، اور مثل اسکول کے کھیلون کے ضابطہ اور ادب ملحوظ رہے۔

جب ایک مرتبہ کھیلون مین اخلاق کے عام اصول داخل کردئے جائینگے تو پھر کسی خرابی کا اندیشہ نہین رہے گا اور دراصل اخلاقی اُصول سوسائٹی کی منزل کا پہلا زینہ ہے۔

بچون مین کھیلون کے ذریعے سے ایثار، مستعدی پیدا کرانا والدین کا اولین فرض ہے اور اگر بجائے کھیلون کے اُن کو ریاضت ونفس کُشی کی طرف متوجہ کردیا جائے گا تو اُن کی تندرستی وسُستی جو اُن کا مقتضائے فطرت ہے جاتی رہے گی۔

اگر والدین یہ چاہین کہ اُن کے بچے اصول اخلاق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلین اور وہ اُن کی عادت مین داخل ہو جائین تو سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے بچون کے دوست بنین اور اُن کے ساتھ خاص اوقات مین دوستانہ تعلقات برتین وہ خود اُن کے ساتھ کھیلین سب کو سیر کرنے کے لئے ہمراہ لے جائین بعض اوقات اُن کی باریان مقرر کرین، باری باری سے اُن سے باتین کرین، یا کوئی چیز دین، سب کو ساتھ کھانا کھلائین اُن سے اپنی یا دوسرون کی مدد کرائین، غرض اس طرح ہر موقع سے جو حاصل اور ممکن ہو فائدہ اُٹھایا جائے ایسی صورت مین وہ اخلاق کے اُن ہی اصول کو برتنے کے عادی ہوجائینگے جو والدین اُن کے ساتھ برتین گے۔

بچون کے ساتھ کھیلنے کے متعلق شہنشاہ عالمگیر نے اپنے رقعات مین یہ نصیحت کی ہے کہ "والدین کو لازم ہے کہ بچون کے ساتھ بازی نہ کرین" یہان اس نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ جب بے تکلفی سے گستاخی پیدا ہوجائیگی

توخطرناک نتیجہ نکلے گا اور فی الواقع یہ نصیحت بجاے خود بالکل درست ہے لیکن میرے خیال مین اگر اس بے تکلفی مین جو ساتھ کھیلنے سے پیدا ہوتی ہو عقلمندی سے کام لیا جاے تو وہ بدرجہا اِس سے بہتر ہے کہ تمھارے سامنے جب وہ آئین تو خوف زدہ آئین اور تم کو مثل ایک ہوّے کے سمجھین اور بجاے اُنس کے تمھاری صورت سے تنفر پیدا ہو اور جب تک وہ تمھارے اور تم اُن کے سامنے رہو تو اُن کی طبیعت کو انقباض رہے ، المختصر اس طرح کھیلنے سے جو نتائج حاصل ہون گے وہ نہایت دیرپا رہین گے جو بہت سے عمدہ اخلاق کی بنیاد ہون گے ✤

دماغی ترقی

ابتدائی عمر مین جو حقیقی تربیت کا زمانہ ہے بچہ کی دماغی ترقی کرلیے اس بات کا خیال رکھنا بہت مفید ہے کہ جن چیزون سے بچہ کو خاص قسم کا لگاؤ ہو اُن کا مشاہدہ غور کے ساتھ کرایا جاے ، جن گھرون مین اِس تدبیر پر عمل ہوتا ہے وہان بچے بہت ذہین اور ہوشیار ہوتے ہین ، عموماً سب گھرون مین یکسان چیزین ہوتی ہین

اور اگر کچھ فرق ہوتا ہے تو بہت ہی کم ، مگر بچون کی ہوشیاری اور ذہانت مین بین فرق نظر آتا ہے۔

دماغی ترقی کا ذریعہ درحقیقت اس سے بہتر ممکن نہین ہے ، اور اسی وجہ سے اس ذریعہ کو ترقی کے ساتھہ کنڈر گارٹن طریقہ مین تبدیل کیا گیا ہے۔

مین نے ایک کتاب مین اٹلی کے ایک اسکول کا حال پڑھا ہے جہان بچون کو ایک عورت تربیت کرتی ہے ، اور ڈھائی تین برس کی عمر کے بچے وہان داخل ہوتے ہین ، اُس اسکول مین اسی قسم کے ذرائع دماغی ترقی کے لئے اختیار کئے گئے ہین۔

قواے دماغی مین حافظہ کی قوت سب سے زیادہ کارآمد ہے یون تو ہر شخص کو کم و بیش حافظہ کی قوت عطا کی گئی ہے اور اگر یہ قوت نہو تو انسان دنیا مین کوئی کام ہی نہین کرسکتا ، لیکن اِس کو ترقی دینے کے لئے بھی تدابیر کی ضرورت ہے۔

زمانہ قریب کے واقعات کو متواتر یاد کرنے سے حافظہ کو بہت کچھ ترقی ہو جاتی ہے۔

مسلمان بچون کے لئے حافظہ بڑھانے کا ذریعہ ایک اور بھی ہے جس کو ہم روحانی ذریعہ کہہ سکتے ہین اور وہ یہ ہے کہ شروع ہی سے اُن کو قرآن مجید کی آیتین اور سورتین حفظ کرائی جائین ،

یقیناً اس طرح حافظہ مین ترقی ہوگی اور اگر بچے کی طبیعت حفظ کی جانب
مائل دیکھی جائے اور قوائے دماغی پر کسی خراب اثر پڑنے کا
اندیشہ نہ ہو تو قرآن مجید حفظ کرا دیا جائے، کیونکہ اس سے
ایک بہت بڑی برکت حاصل ہوتی ہے۔

وہ والدین مبارک باد کے قابل ہین جن کی اولاد مین کوئی
حافظ ہو، یہ حفظ قرآن ہی کی برکت ہے کہ آج مسلمانون کو یہ فخر
حاصل ہے کہ اُن کی کتاب ربانی مین ایک لفظ کی بھی تحریف نہین ہوئی
اور اُن کے دلون مین محفوظ ہے، لیکن فی زمانتا حفظ کرنا اس لئے
مشکل ہوگیا ہے کہ بچون کو ابتدا سے تعلیمی اسباق سے فرصت ہی
نہین ملتی اور پھر جب وہ جوان ہوکر اور فراغت حاصل کرکے کاروباری
زندگی مین داخل ہوتے ہین تو اور بھی عدیم الفرصت بن جاتے ہین
اور جو بچے اپنی ذہانت کے سبب سے حفظ کر لیتے ہین اُن مین کم ایسے نکلتے ہین
جو برابر دَور اور تلاوت اور تراویح کا التزام رکھین اور نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ ایسے التزام نہ رکھنے سے قرآن مجید یاد نہین رہتا۔

اس مین شک نہین کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد یاد نہ رکھنا
نہایت گناہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، اور قرآن مجید کی
اس آیت مین بھی اِس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ

ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝

قرآن مجید حفظ کرنے سے جو درجات والدین کو ملتے ہین وہ حدیثون
سے ظاہر ہین، لیکن اگر خدانخواستہ پوری رغبت نہ ہو یا ایسے اسباب
پیش آنے کی توقع ہو کہ یاد نہ رکھ سکین تو حفظ کرانا ہی نہ چاہئے، کیونکہ
والدین تو اپنا ثواب حاصل کرلین گے مگر اولاد کے واسطے ایک اندیشہ ہے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جس شخص کو قرآن مجید کی
زیادہ سورتین یاد ہوتی تھین، وہ فوج یا وفود کا سردار بنایا جاتا تھا
اگر اس وقت بھی کسی ایسی عزت کی توقع ہو اور یہ امر شروط ہو کہ یاد
رکھنے کی صورت مین درجہ باقی رہے گا تو لاکھون معمولی آدمی ہی نہین بلکہ
امرا تک آمادہ ہو جائین اور یاد رکھین، غریب آدمی تو اب بھی
جہان تک ہوسکتا ہے حفظ کرتے ہین اور اُس سے تمتع حاصل کرتے ہین۔
بہرحال اگر کسی وجہ سے قرآن مجید حفظ نہ کرایا جائے تو حافظ پڑھانے
اور نماز وغیرہ مین پڑھنے کے لئے قرآن مجید کی چند سورتین اور مختلف
پارون کے رکوع ضرور یاد کرا دینے چاہئین۔
لیکن مذہبی نقطہ نظر سے اس بات کو بھی دیکھنا چاہئے کہ اگر اولاد کے
سن شعور پر حفظ کلام مجید کو اُن کی رائے پر چھوڑا جائے تو مذہب سے
اُس بے توجہی کو جو آج کل عام ہوتی جاتی ہے دیکھتے ہوئے کبھی یہ

اطمینان نہین ہوسکتا کہ جوانی بین وہ ایسی محنت گوارا کرین گے اور پھر یہی بے توجہی حفظ قرآن کے سلسلہ کو بند کرنے کا باعث ہو گی۔

غرض گھر کے سابقہ منبر اگر اس بات کی کوشش کرین کہ اپنے مشغلون، چیزون اور اثر سے بچون کی دماغی ترقی کے ذرائع پیدا کرین تو یہ کسی گھر کے لئے خواہ وہ امیر ہون یا غریب کچھ مشکل نہین ہے، بہن بھائی، باپ، چچا، پھوپی، یکے بعد دیگرے اس کام کو انجام دے سکتے ہین اور درحقیقت یہ اُن تمام خاندانون کا جو کہ اپنے بچون مین عمدہ اوصاف پیدا کرنا چاہتے ہین ایک فرض ہے، کیونکہ اُس وقت بچہ کو آیندہ مراحل زندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اگر شروع ہی سے اُس کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر دماغی ترقی ناممکن سی بات ہو جاے گی۔

تربیت ذہانت

ڈھائی برس کی عمر مین بچہ چندان باتین نہین کرتا اس لئے والدین کا اثر اُس کی ذہانت پر زیادہ نہین پڑتا لیکن اُس کے بعد کے زمانہ مین بجز بڑے بڑے امور اور پیچیدہ دلائل کے جملہ باتون سے واقف

ہو جاتا ہے ، تین چار سال تک بچہ چیزوں کے متعلق بے شمار سوالات و جرح کرنا شروع کر دیتا ہے اِس لئے کیا اور کیوں کا زمانہ بہت زیادہ قابل لحاظ ہے اور اُس کے کیا اور کیوں کا جواب نہایت دل چسپ ہونا چاہیئے اس عمر میں جس قدر باتیں بچہ سیکھ جاتا ہے وہ حیرت انگیز ہوتا ہے ۔

اِس کو کیوں اور کیا کا موقع دینا چاہیئے اس کے سوالات کا خواہ وہ جس قدر ہوں پورا پورا اور مطمئن کر دینے والا جواب دیا جائے اُس کے ذہن اور طبیعت کو اس طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ اُس میں تحقیق کا مادہ پیدا ہو، اور جو چیز اُس کے مشاہدہ سے گذرے اُس کے متعلق وہ سوالات کرے اُس کے ذہن اور شگفتگی طبع کے لئے ضروری ہے کہ چند قسم کے پھول ، درخت ، ترکاریاں، جانوروں پرندوں کے نام اُن کے مختصر حالات اور چاند سورج ، سیارے بارش ، یخ ، پالا ، کہر ، قوس قزح ، بادل ، ہوا ، چٹان ، سردی گرمی ، تھرمامیٹر ، جسم کے حصوں کے متعلق ضروری باتیں باتوں ہی باتوں میں سمجھا دی جائیں ، کچھ جغرافیہ اور سہل و سادہ حساب کے سوالات بنا دیئے جائیں تو نہ صرف دل چسپی ہوگی بلکہ مفید بھی ہوں گے ، اور ان باتوں میں انکا میلان طبع بخوبی معلوم ہو جاوے گا۔

اگر ہر چیز کی دل چسپ باریک باتیں بچوں کو دکھلا دی جائیں

تو اُن مین اشیاا اور اُن کے اجزا پر غور کرنے کی عادت بڑھ جائے گی
تنون اور شاخون کے اقسام ، پتّون کی نسبین اور خاصیت پھولون کے
حصّے اور رنگ ، اُن کی چھوٹائی بڑائی اُن کو سمجھا دینی چاہئے اور یہ علم
ان باتون کے لحاظ سے اور بھی پختہ ہوسکتا ہے کہ موسمون کی ظاہری
تبدیلیون مین پتّون اور پھولون کا نکلنا بڑھنا تبدیل ہونا اور نئے درختون
کو دکھایا جائے ۔

ایسے الفاظ و اصطلاحات سے بھی کام لینا چاہئے جو روزمرّہ گفتگو مین
آتے ہون اور اُن سے معلومات مین اضافہ ہوتا ہو ، جس وقت ایسے
لفظ اور اصطلاح کو اُن کے سامنے بولو یا وہ بولین فوراً اُنکو سمجھا دو
مثلاً ہم روزمرّہ گفتگو مین افق ، سمت الراس ، مشرق ، مغرب
جنوب ، شمال ، بولتے رہتے ہین اور اُن کی خاص تعریف اور
خاص معنی بھی آسانی کے ساتھ بچّون کو سمجھائے جا سکتے ہین مختلف
قسم کے پیمانے اور مختلف قسم کی چیزون کا استعمال بھی اُن کو بتانا چاہئے
تم دیکھو گے کہ بچّون کو نئی چیزون اور نئے سببون کے دریافت
کرنے سے کیسی خوشی ہوتی ہے ۔ پہیلیان اور معمے اسی لئے ایجاد
کئے گئے ہین اور ہمیشہ اوقات فرصت مین والدین یا اور بزرگ
بچّون سے اُن کو پونچھا کرتے تھے اور بچے نہایت خوشی سے اس پر

غور کرتے تھے اور جب وہ صحیح بتاتے تھے تو اُن کی خوشی کا کوئی
ٹھکانا نہ رہتا تھا، تم اگر چاہو کہ تمھارے بچون کو ایسے مقابلون کے
موقع ملین تو بکثرت مل سکتے ہین، اور ان مقابلون مین تم کو اُن کی
معلومات اور خیالات مین اصلاح کا بہت کچھ موقع مل سکتا ہے
مثلاً تم بچہ کو شہر سے کسی گاؤن مین سیر کرانے لے جاؤ اور پھر تم
دیہاتی اور شہری زندگی کا مقابلہ کراؤ یا مثلاً تم باغ اور میدان کی
ہواخوری کا مقابلہ کرکے دونون کی نسبت رائے لو، اسی طرح
مختلف لباسون پر بھی اُن کا خیال معلوم کر سکتے ہو۔
غرض بچون کے خیالات مین ہمیشہ تحریک رکھی جاے اور اُن کو
اُبھارا جاے۔

یہ باتین جو اس باب مین بیان کی گئین ہین بہت آسانی سے ممکن ہین،
اور سب کچھ کھیل مین سکھایا جا سکتا ہے اگر باپ ہواخوری کے وقت
بچون کو ہمراہ لے جائین اور اُن کے لئے یہ وقت صرف کرین، یا
مائین رات کو گھر کے کامون سے فارغ ہو کر تھوڑا وقت ایسی باتون
کے لئے نکالین تو کچھ دشوار نہین ہے، غریب سا غریب آدمی جو خود
قابل ہو اپنے بچون کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہے۔

قصّے اور مثالین

تمام بچون کی عادت مین داخل ہے کہ اُن کو چھوٹے چھوٹے قصے اچھے معلوم ہوتے ہین اور مثالون کو بہت دلچسپی سے سنتے ہین کیونکہ مثال ہمیشہ بہترین نصیحت ہوتی ہے اور انسانی طبیعت پر اس سے جلد اثر پڑتا ہے۔ ہزارون نصیحتون سے وہ نتیجہ نہین نکلتا جو ایک واقعہ سے جس کو آدمی سُنتا یا دیکھتا ہے حاصل ہوجاتا ہے، خود خداوند عالم نے انسان کی فطرت مین یہ بات ودیعت رکھی ہے کہ وہ مثال سے متاثر ہو اور قصون سے عبرت ونصیحت حاصل کرے۔

چنانچہ کلام مجید، توریت وزبور اور صحائف مقدس مین تمثیلین بھری ہوئی ہین، حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو احسن القصص فرمایا ہے ہماری عبرت ونصیحت کے لئے فرعون ونمرود کے قصے بیان کئے ہین بہشت ودوزخ کو مثال سے سمجھایا ہے اپنی محبت کی والدین کی محبت سے تمثیل دی ہے۔

غرض کلام مجید مین بہ کثرت امثال اور قصص سے ہم کو نصیحتین

کی گئین اور عبرتین دلائی گئی ہین ، اس لئے ہم کو بھی اُسی کی پیروی کرنی چاہیئے اور یہ ہی طریقہ ہم کو اس ناسمجھ مخلوق کو جو ہمارے پاس ایک ودیعت الٰہی ہے تعلیم دینے اور تربیت کرنے کا اختیار کرنا چاہیئے بجاے جن وپری اور لغو قصے کہانیون کے اخلاقی کہانیان یا اپنے وہ تجربات جو تم نے دنیا کی بُری بھلی باتون سے حاصل کئے ہین تمثیلاً اُن کو سناؤ پھر دیکھو وہ بھولے بھالے معصوم کس خوشی اور دلچسپی سے تمھاری باتون کو سنین گے اور اس عمر کی کان پڑی بات ضرور کالنقش فی الحجر ہو جاے گی - اِس وقت اُن کا دل و دماغ مثل موم اور فوٹو کے شیشہ کے ہوتا ہے جس پر وہی نقش قائم ہوتا اور وہی عکس پڑتا ہے جو سامنے آجاتا ہے دلچسپ باتین اور واقعات جو تم اخبارون مین پڑھتے ہو بچون کو محض اطلاع دہی کے لئے نہین بلکہ بطور ایک قصے یا تعجب خیز بات کے سنانے چاہیئن انبیا و صلحا و مشاہیر قوم و محسنین ملک اور دنیا کے نامور لوگون کے حالات اس طرح اُن سے بیان کرو جو قصے معلوم ہون اور اُن کے دلون مین بھی ایک حوصلہ پیدا ہو -

چونکہ مین اس طرز نصیحت و تربیت کو بے انتہا پسند کرتی ہون اِس لئے اسی کتاب کے ساتھ چند اخلاقی سبقون کا ایک حصہ جن مین تمثیل و قصص کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے شامل کرتی ہون ❊

حصہ دوم

ضبط نفس

بچون مین سب سے پہلے جس عادت کی بنیاد ڈالی جاے وہ خواہشون کو مغلوب کرنے اور ضبط نفس کی عادت ہونی چاہئے ورنہ ایک روز اُن کی نفس پرستی بڑی بڑی خرابیون مین ڈال دیگی کیونکہ دنیا مین خواہشون اور ترغیبون کا میدان نہایت وسیع ہے اور بہت ہی مشکل ہے کہ وہ اپنی خواہشون کو مار سکین، ایک ہوکے والا بچہ ہمیشہ بدہضمی مین مبتلا ہوگا اور لالچی ہمیشہ مصیبتون مین گرفتار رہے گا۔

شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ کا عادی وہی شخص ہوتا ہے جس کا نفس اُس کے قابو مین نہین ہوتا، اور آخرکار ایسی خراب عادتون کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اُس کو اپنی خواہشون کے آگے مال توکجا اولاد کی اور بیوی کی بھی پروا نہین ہوتی۔

تم نے سیکڑون قصے سنے ہون گے کہ ایک شرابی نے تمام دولت شراب مین اُڑادی گھر تک بیچدیا، بیوی بچون کے کپڑے تک

گرور کھدیے اور نشہ مین زدوکوب بھی کیا اور آخرکار اپنی صحت اور زندگی کو بھی خیرباد کہدیا۔

قمار باز بچون تک کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہین اور مایوسی کے عالم مین خودکشی تک کر لیتے ہین، سیکڑون شریف اور باعصمت بیویان، نالایق اور بندہ نفس خاوندون کی بدولت کیسی مصیبت مین زندگی بسر کرتی ہین اور خاوندون کی حرکت پر اُف نہین کرسکتین۔

انسان مین خداے تعالی نے قبولیت کا مادہ خاص طور پر رکھا ہے اور وہ بہت جلد اچھا یا بُرا اثر قبول کر لیتا ہے، پھر تربیت ایسی چیز ہے کہ جنگلی درندے، وحشی جانور، اور آزاد پرندے بھی اُس کی بدولت مطیع و مسکین اور پابند حکم بنجاتے ہین جنگلی شیر کو دیکھو کہ تربیت کے بعد کیسا فرمان بردار بن جاتا ہے، ہاتھی کیسا زبردست جانور ہے مگر کس قدر مطیع ہے، ہرن کی وحشت مشہور ہے مگر پالنے سے کیسا ہل جاتا ہے کبوتر جو ہمیشہ فضاے آسمان مین اُڑنے والا پرندہ ہے اور جو کابکون کے مقابلہ مین جنگلون کے اندھیرے کنوئین زیادہ پسند کرتا ہے تم سے کیسی محبت کرنے لگتا ہے اور تمھاری نامہ بری تک کا کام کرتا ہے، کُتا جو ایک حقیر جانور ہے سدھانے سے شکاری کا نہین بلکہ مجرمون کا کھوج لگاتا ہے۔

پھر انسان کے بچے تو آسانی کے ساتھ تربیت پاسکتے ہین، البتہ اِن مشکلات کو جو تربیت اخلاق مین پیش آتی ہین استقلال کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے اور یہ صفت ضبط سے حاصل ہوتی ہے جو انسان کی نہایت اعلیٰ صفات مین سے ہے، اور یہ ایک فطری قاعدہ کی بات ہے کہ جو انسان کسی انسان یا قوم و مُلک کی اصلاح کرتا ہے اُس کو کچھ مُشکلین بھی پیش آتی ہین اور تکلیفین بھی اٹھانی پڑتی ہین حتیٰ کہ انبیاء و اولیاء بھی محفوظ نہین رہے، مگر جو اُن مشکلات و تکلیفات کا مقابلہ کرتا ہے اور ضبط نفس سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہو جاتا ہے۔

اگرچہ ضبط نفس کی سیکڑون مثالین اور قصے ہین لیکن ذیل مین چند پُر لطف اور دلچسپ مثالین اور قصے بیان کئے جاتے ہین۔

دیکھو ایک شخص بائیسکل چلا رہا ہے، کبھی دائین موڑتا ہے اور کبھی بائین کبھی بلندی پر لیجاتا ہے کبھی ڈھالو سطح پر لاتا ہے، کبھی ایک بہت ہی تپلی پگڈنڈی پر سے گذر رہا ہے جس کے نیچے ایک بڑی سی کھائی ہے، کبھی اُس کو آدمیون اور گاڑیون وغیرہ کے ہجوم مین سے نکال لیجاتا ہے لیکن بائیسکل کا ہینڈل (قبضہ) اُس کے قابو مین ہے اگر ہینڈل ہاتھ سے نکل جائے تو نہ وہ بائیسکل چلا سکتا ہے نہ خود گرنے سے محفوظ رہ سکتا ہے، نہ کسی کو بچا سکتا ہے، ضرور وہ کوئی نہ کوئی نقصان

اُٹھائے گا، اسی طرح جو شخص اپنے نفس کو قابو مین رکھتا ھے وہ ہر خطرہ سے نکل جاتا ھے۔

جہاز کا کپتان ایک ناپیدا کنار اور ذخار سمندر مین جہاز کو لئے ہوئے جا رہا ھے طوفانی ہوا کا زور ھے اور سمندر مین جوش ھے دن کو قطب نما پر اور شب کو تارون پر نظر ھے رات کا وقت آتا ھے ابر آسمان پر چھا جاتا ھے اور تارے چھپ جاتے ہین گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو جاتا ھے، لیکن کپتان ان مشکلات اور خطرناک حالتون مین جہاز کی رفتار کو قائم رکھے ہوئے ھے، یہ کیون؟ اس لئے کہ اُس کو جہاز پر پورا قابو حاصل ھے اور وہ اپنے فن مین کامل مہارت رکھتا ھے۔

ایک جنرل کو دیکھو کہ میدان جنگ مین ایک طرف کھڑا ہوا نہایت غور سے جنگ کی حالت کو دیکھ رہا ھے، اِس کا ایک لفظ ہزارون سپاہیون کو آناً فاناً ادھر سے اُدھر موڑ دیتا ھے، اگر لفظ مارچ کہتا ھے تو تمام سپاہی قطار در قطار چل کھڑے ہوتے ہین، اگر لفظ ہالٹ زبان سے نکالا تو سب کے سب ایک منٹ سی بھی پہلے جہان ہین وہین رک جاتے ہین ایک لفظ فائر ہزارون توپین بندوقین چلوا دیتا ھے اور میدان دھوان دھار بنجاتا ھے اس کے ایک ایک اشارے اور لفظ پر ہزارون سپاہی اپنی جان عزیز کو قربانی

کے لئے توپ بندوق تلوار اور سنگین کے سامنے کر دیتے ہین ، آخر
اِس کی وجہ کیا ہے ؟ یہی وجہ ہے کہ جنرل کو اپنے سپاہیون پر قابو
رکھنے کی قابلیت ہے ۔

بے شک آدمی کے لئے یہ نہایت کمال اور قابلیت کا کام ہے کہ وہ کسی چیز
یا کسی دوسرے آدمی یا کسی جماعت پر پورا قابو یا اختیار رکھے ۔

اب دوسری جانب دیکھو کہ ایک آدمی راستے مین لڑکھڑاتا ہوا
آرہا ہے ، ادھر گرتا ہے اودھر پڑتا ہے جب تک دوسرا آدمی مدد نہ کرے
اُٹھ نہین سکتا ، یہ کیون اس لئے کہ وہ شراب پئے ہوے ہے
اُس کو اپنے ہاتھ پاؤن پر بھی قابو نہین اب بتاؤ کہ یہ شخص جو اپنے پر
قابو نہین رکھتا بہتر ہے یا وہ شخص جو بائیسکل ، جہاز ، اور ایک
جماعت پر قابو یافتہ ہے بہتر ہے ۔

کبھی تم نے دیکھا ہو گا کہ مدرسہ مین اوستاد ایک جماعت کو ڈرل
کرا رہا ہے ، لڑکے اُس کے حکم کی تعمیل مین کبھی دایان کبھی بایان قدم
بڑھاتے ہین کبھی تنکر کھڑے ہو جاتے ہین کبھی جھکتے ہین کبھی تیز چلنے لگتے ہین آخر اس
مشق سے کیا فائدہ ہے ، یہی فائدہ ہے کہ اوستاد لڑکون کو پھرتیلا
کر رہا ہے اُن کو سکھاتا ہے کہ اپنے اعضاے جسم پر قابو رکھین ۔

کیا تم نے نہین دیکھا کہ بعض بچے اپنے اعضاے جسم پر قابو نہین رکھتے

اُن سے بغیر حرکت کئے ہوے بیٹھا نہین جاتا با وجود یکہ وہ خاموش بیٹھے ہوے ہین لیکن منہ کھُلا ہوا ہے ، اگر تمھارے سامنے ایسے دو بچے لاے جائین جن مین ایک تو متانت کے ساتھ مونھ بند کئے بیٹھا ہو ، اور دوسرا مونھ کھُلا ہوا اور حرکت کرتا ہوا ہو تو دونون مین تم کس کو سمجھوگے کہ وہ اپنے اعضاے جسم پر قابو پاے ہوے ہے۔

کیا تم نے "جولیس سیزر" کا قصہ سُنا ہے جو ملک روم کا کپتان تھا جب کہ روم اور فرانس مین لڑائی تھی اور یہ فوج کا جنرل تھا اُس نے اپنی تمام فوج پر پورا قابو رکھا اگرچہ یہ فوج پر قابو رکھنے مین سکندر اعظم کی طرح تھا لیکن اس مین یہ بھی کمال تھا کہ اُس کو اپنے اوپر بھی پورا قابو حاصل تھا اور یہی سب سے زیادہ بہادری کا کام ہے۔

وہ غصہ پر غالب آجاتا تھا ، اُس نے غصہ مین کبھی کوئی کام نہین کیا ہمیشہ غصہ کے وقت وہ اپنی طبیعت کو اس طرح قابو مین رکھتا تھا جس طرح کہ ایک شہسوار تیز گھوڑے کو قابو مین رکھتا ہے اسی وجہ سے سیزر مشہور بہادر ہوا ہے اُس نے اپنی عادت مین داخل کر لیا تھا کہ جب اُس کو غصہ آتا تو خاموش ہو کر اپنا خیال بٹانے کے لئے ۲۰ تک گنتی کرتا اور اسی عرصہ مین اُس کی غصہ ور طبیعت مغلوب ہو جاتی۔

اس سے بھی اچھی ایک نیک آدمی کی مثال دیکھو "اسپارٹا" مین
ایک بادشاہ "لیکر وگیس" نامی گذرا ھے، یہ اپنے قواعد کا نہایت
سخت پابند تھا، اپنی رعایا کو چھوٹی چھوٹی باتون کا بھی پابند بنانا چاہتا تھا
کفایت شعاری سکھاتا تھا یہان تک کہ خانہ داری اور معاشرت کے
معاملات مین بھی دخل دیتا تھا، اس وجہ سے بہت آدمی اُس کو ناپسند
کرتے تھے اور اُن کی ناخوشی کو اس درجہ ترقی ہوئی کہ رعایا نے بلوہ
کر دیا، کوئی کہتا تھا کہ یہ کیسا خراب آدمی ھے کہ بجاے سونے چاندی
کے سکے کے تانبے کا سکہ رائج کرنا چاہتا ھے، نہ ہم کو اچھے فرش
اور بستر و لباس رکھنے دیتا ھے نہ عمدہ اور منقش دروازے بنانے
دیتا ھے، دوسرا بولا کہ کھانے پینے کی چیزون مین بھی دخل دیتا ہے
ہمیشہ سادہ غذا کھانے کا حکم دیتا ھے ہوٹلون مین بھی یہ حکم جاری
ھے کہ ایک میز پر پندرہ آدمی سے کم نہ بیٹھین اور صرف اُبلا ہوا
شوربہ، آش جو، پنیر، انجیر، تھوڑے سے مچھلی کے کباب
اور ہلکی شراب کھانے پینے کو ملے، تیسرا کہنے لگا کہ سڑکون پر روشنی
بھی نہین ہونے دیتا تا کہ ہم کو اندھیرے مین چلنے پھرنے کی عادت رہے
پھر تمام مجمع نے چلا کر کہا کہ یہ خراب بادشاہ ہے اور ظالم ہے، اسی
حالت جوش و خروش مین اتفاقیہ بادشاہ بھی اُس مجمع کے سامنے آ

گذرا لوگوں نے پتھر، کیچڑ، کوڑا، خاک، دھول پھینکنا شروع کیا، غریب بادشاہ بھاگ کر ایک خانقاہ میں پناہ گزین ہونے کو جا رہا تھا کہ ایک شریر آدمی نے جس کا نام "ایلیکنڈر" تھا بادشاہ پر لکڑی پھینکی، یہ لکڑی اس کی آنکھ پر لگی اور آنکھ سے خون جاری ہو گیا بادشاہ وہیں ٹھہر گیا اور لوگوں کو اپنی حالت دکھائی، یہ حالت دیکھ کر غضب ناک مجمع میں بادشاہ کے ساتھ ہمدردی کی لہر پیدا ہوئی سب نے اس حرکت پر بہت افسوس کیا اور "ایلیکنڈر" کو پکڑ کر بادشاہ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ یہ حضور کا مجرم اور قیدی ہے اس کو جو مناسب ہو سزا دی جائے۔

سب لوگ بادشاہ کے ساتھ ساتھ اس کے محل تک گئے دروازہ پر بادشاہ نے سب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میرے اس مہربان جوان کو میرے پاس چھوڑ دیا جائے، چنانچہ سب لوگ "ایلیکنڈر" کو چھوڑ کر واپس چلے گئے بادشاہ اس کو محل میں لے گیا، بہت مہربانی اور خاطر داری سے رکھا اور اس سے اپنے کام لینے شروع کئے اب "ایلیکنڈر" کو اس بات کے جانچنے کا موقع ملا کہ بادشاہ کیسا نیک ہے اور وہ کیسی محنت سے کام کرتا تھا اور کیسی مہربانی سے بات چیت کیا کرتا تھا اور کیسے سلیقے سے رہتا تھا تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ نے "ایلیکنڈر" کو آزاد کر دیا اور جب

وہ اپنے دوستون مین آکر ملا تو اس نے کہا کہ مجکو نہایت سخت افسوس ہے کہ مین نے اسپارٹا کے سب سے نیک آدمی سے بدسلوکی کی ابلیکنڈر پر بادشاہ کی چند روزہ محبت سے یہ اثر پڑا کہ وہ نہایت نیک آدمی بنگیا اور اُس کو اپنے نفس پر قابو پانے کی عادت ہوگئی۔

اب ہم کو اس قصہ سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ "لیکراگس" کیسا متحمل مزاج کفایت شعار اور اپنی رعایا کا بہی خواہ بادشاہ تھا، وہ ہمیشہ ایسی باتون کا حکم دیتا تھا جو اپنے اوپر روا رکھتا تھا، خیال کرو کہ وہ اپنے ملک کا خودمختار بادشاہ تھا جو چاہتا اس گستاخی کی سزا دیتا لیکن اس پیرایہ مین بھی اُس نے اپنی رعایا کو تحمل اور بردباری کا سبق دیا اور اپنی عزت اور محبت تمام رعایا کے دلون مین پیدا کردی۔

"چارلس" اور اُس کا استاد دونون ایک میدان مین جارہے تھے اُن کو دیکھکر کُتے بھونکنے لگے، لیکن جب لکڑی اُٹھائی تو کُتے بھاگ گئے اُس کے بعد جب یہ دونون تالاب پر پونچے تو بہت سی بطین چلانے لگین مگر اُس کے قریب چراگاہ مین جو گائین اور گھوڑے چررہے تھے وہ خاموشی کے ساتھ چراکئے، استاد نے کہا کہ دیکھو چارلس! چھوٹے ہمیشہ بہت شوروغل مچاتے ہین اور جو بڑے ہوتے ہین، وہ خاموشی اور ضبط سے کام کرتے ہین۔

غرض جو شخص اپنے نفس پر قابو نہین رکھتا وہ ہر کام کو بغیر انجام بینی کے کرنے لگتا ھے وہ گفتگو مین بھی یہ خیال نہین رکھتا کہ یہ بات کہنا مناسب ھے یا نہین کسی کو بُری لگے یا اچھی وہ جو چیز چاہتا ھے کھاتا اور پیتا ھے اُسکو اس سے کچھ غرض نہین کہ اُس چیز سے ضرر پہونچے گا یا نفع۔

انسان کو ہمیشہ خواہش نفس کو دبانے کا عادی ہونا چاہیئے خواہ بعض وقت اُس مین کچھ نقصان ہی ہو۔

دیکھو کُتّا جو ایک جانور ھے جب پورے طور پر اُس کو تعلیم دی جاتی ہے تو وہ بھی اپنی خواہشون کو اس طرح دبانے لگتا ھے کہ بہت سے انسانون سے بھی ناممکن ھے بعض سدھے ہوئے کتون کی ناک پر گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا گیا ہے لیکن اُس نے نہین کھایا، جب تک کہ اُس کو کھانے کا حکم نہ دیا گیا۔

ہم کو بھی اپنے نفس پر ایسا ہی قابو رکھنا چاہیئے جیسا کہ کُتّا تربیت سے نفع اُٹھا کر اپنے مالک کو اپنے اوپر پورا قابو دیدیتا ھے۔

جس شخص کو اپنے نفس پر قابو حاصل نہین ہوتا وہ ہمیشہ خرابیون مین پڑجاتا ھے، اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص ایسے گھوڑے پر سوار ہو جو شائستہ نہ ہو تو پھر خیال کرو کہ ایسے گھوڑے کے سوار کو کہان تک اپنی جان کا خطرہ نہ ہوگا بلاشبہ وہ ایک روز اُس پر سے گر کر موت کے

مونھ میں پڑے گا۔

اب یہ تو ظاہر ہو گیا کہ نفس پر قابو پانا تمام عمدہ عادتوں کا سنگ بنیاد ہے لیکن اس کی ابتداء غصہ کے ضبط سے ہوتی ہے، جو شخص غصہ کو ضبط کر جاتا ہے وہ در اصل بڑا بہادر ہوتا ہے، کیونکہ دوسرے کو زیر کر لینا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ اپنے نفس کو، کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہیچ دانی کہ مردمی چہ بود؟
گاہِ قدرت، غضب فرو بُردن

یعنی تو کچھ جانتا ہے کہ سب سے بڑی بہادری کیا ہے وہ یہ ہے کہ طاقت ہوتے ہوئے غصہ کو ضبط کیا جاوے۔

حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے کہ جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔

آن حضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسا ایلوہ شہد کو۔

اب میں غصہ ضبط کرنے کی چند مثالیں بیان کرتی ہوں جن سے تم کو ضرور نصیحت حاصل ہو گی۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک کافر سے لڑ رہے تھے اور آپ نے اُس کو مغلوب کر لیا تھا اور قریب تھا کہ آپ اُس کا قتل کر دین کافر نے آپ کے مونھ پر تھوک دیا، آپ نے فوراً اُس کو چھوڑ دیا، تمام لوگ حیرت مین آگئے، خود وہ کافر بھی متعجب ہوگیا، جب سب نے ایسی حالت مین کافر دشمن کو چھوڑ دینے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میری لڑائی محض خدا کے لئے تھی لیکن جب اُس نے میرے مونھ پر تھوکا تو مجھے چونکہ غصہ آگیا اور میرے نفس نے اُس کو جلد قتل کرنے کی ترغیب دی اس لئے خدا کا کام غرض آمیز ہوگیا، تمام لوگ حضرت علیؑ کے ضبط نفس پر حیرت زدہ ہوگئے اور وہ کافر دشمن آپ کے اس ضبط اور عفو سے اثر پذیر ہو کر مسلمان ہوگیا۔

اب ایک قصہ آپ کے فرزند اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام کا سُنو اور دیکھو کہ اُنھون نے بڑی سے بڑی خطا پر کس طرح درگذر کیا ہے اور کیسے موقع پر اپنے غصہ کو ضبط فرمایا ہے۔

ایک دن حضرت حسن مجلس مین تشریف فرما تھے، گود مین ایک بہت چھوٹا ننھا بچہ تھا، قہوہ پیا جا رہا تھا غلام نے گرم گرم قہوہ کی پیالی حضرت حسنؑ کے سامنے پیش کی، لیکن کچھ گرم ہونے کی وجہ سے اور کچھ رعب کے سبب سے وہ پیالی غلام کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور تمام جلتا ہوا

تھوہ اُس معصوم اور شیر خوار بچے کے جسم پر گرا جس سے وہ اُسی وقت تڑپ کر جان بحق ہوگیا، خیال کرو کہ ایک محبت کرنے والے باپ کے دل پر کیسا سخت صدمہ پہونچا ہوگا، لیکن آپ نے صرف غلام پر نگاہ سرزنش ڈالی، غلام کے مونھ سے اضطرار کے ساتھ صرف اسی قدر الفاظ نکلے تھے کہ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اور غصے کو ضبط کرنے والے اور آدمیون کو معاف کرنے والے) آپ نے نظر ترحم سے دیکھکر فرمایا کہ "مین نے معاف کیا" غلام نے یہ سُن کر بے ساختہ کہا کہ "وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (خدا احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہے) آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ "جا مین نے تم کو آزاد کیا"

دیکھو کہ حضرت امام نے غصہ کے ضبط کا کیسا اعلیٰ نمونہ دکھلایا۔

اگر تم سے یہ سوال کیا جاے کہ "تم گندی جگہہ مین رہائش پسند کروگے یا پاکیزہ جگہہ مین" تو یہی جواب دوگے کہ "پاکیزہ جگہہ مین"۔ تمھاری دلی خواہش یہی ہوگی کہ ہم گندے اور میلے مکانات کی جگہہ خوبصورت صاف اور آراستہ مکانات مین رہین۔

اب سُنو کہ جب شب معراج مین رسول مقبول صلعم نے ایک موقع پر خوبصورت اور آراستہ مکانات دیکھے تو حضرت جبریل امین سے دریافت کیا

کہ "یہ مکان کس کے لئے ہین ؟" اُنھون نے جواب مین عرض کیا کہ "یہ مکانات اُن لوگون کے لئے ہین جو غصہ کو مارتے ہین اور اُن لوگون کو سزا نہین دیتے جن کے قصور مین اُن کا ذاتی نقصان بھی شامل ہو"

حضرت انس کہتے ہین کہ "مین جناب رسول خدا صلعم کے ساتھ چلا جارہا تھا اور آپ موٹے کنارے کی "نجرانی" چادر اوڑھے ہوے تھے راستہ مین ایک بادیہ نشین یعنی بدوی آپ سے ملا اور ایسی سختی اور شدت سے آپ کی چادر کو پکڑ کر کھینچا کہ آپ بدوی کے سینہ کے آگے کھنچ آئے مین نے جو پیغمبر خدا صلعم کی گردن مبارک کو دیکھا تو بدوی کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے اُس پر چادر کے کنارون کے نشان اُبھر آئے، پھر بدوی بولا کہ " محمد صلعم خدا کا مال جو تمھارے پاس ہے اُس مین مجھے بھی دینے کا حکم کرو، جناب رسول خدا صلعم اُس کی طرف دیکھکر ہنس دیئے اور اُسے دینے کا حکم صادر کیا۔

اب ایک واقعہ اور سنو، خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری مین زہر ملایا اور وہ جناب رسول خدا کے سامنے پیش کی، آپ نے ایک دست اُٹھا لیا اور اُس مین سے کھانا شروع کیا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی کھانے مین مصروف ہوئی اتنے مین آن حضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ کھانے سے ہاتھ اُٹھا لو اور

پھر کسی کو بھیجکر اُس یہودیہ کو بُلایا، جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ "تو نے اِس بکری مین زہر ملایا ہے"، اُس نے کہا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا، آپ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ مین جو یہ دست کا ٹکڑا ہے اُس نے مجکو معلوم کرایا، عورت نے کہا "بے شک مین نے اس بکری مین زہر ملایا ہے، مین نے اپنے دل مین کہا کہ اگر وہ پیغمبر ہین تو زہر اُنہین ہرگز نقصان نہ پہونچا سکے گا، اور پیغمبر نہین ہین تو ہم کو ان سے نجات ملجاے گی" آپ نے یہ سنکر عورت کو معاف کر دیا اور کسی طرح کی سزا نہین دی۔

بے عقل اور کمزور آدمیون کو جلد غصہ آتا ہے بچے عورت اور جاہل مرد جلد غصہ مین بھر جاتے ہین، اور تم نے ہمیشہ دیکھا ہوگا کہ غصے کے وقت انسان کی عجیب حالت ہو جاتی ہے، زبان بے قابو ہو جاتی ہے ہاتھ پاؤن مین کپکپی آجاتی ہے، رنگ بدل جاتا ہے، آنکھین سُرخ کٹورہ بن جاتی ہین، ادب لحاظ رخصت ہو جاتا ہے، غرض جنون کی تمام علامتین پیدا ہو جاتی ہین اور ایسی حرکتین کر بیٹھتا ہے جس سے پھر تمام عمر شرمندہ رہتا ہے، اور کبھی کبھی جان کھو دیتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غصہ حرام ہے۔

مین پھر کہتی ہون کہ غصہ محض نفس پر قابو نہ رکھنے سے آتا ہے

اگر ابتدا ہی سے بچون کو اس کی عادت ڈالی جائے اور اُن کو ضبط نفس کا سبق دیا جائے تو پھر وہ غصہ پر قابو رکھنے کے عادی ہو جائینگے

غصہ کا سب سے بہتر علاج یہ بتایا گیا ہے کہ غصہ مین کوئی فعل جلدی سے نہ کیا جائے اور یہ سوچا جائے کہ غصہ آنے کی وجہ کیا تھی بس اگر ذرا سا بھی توقف ہو گیا تو غصہ فرو ہو جاتا ہے اس لئے "جولیس سیزر" جس کا ذکر تم نے اوپر دیکھا ہے ۲۰ تک کی گنتی گنا کرتا تھا کہ تھوڑا سا وقفہ ہو کر غصہ جاتا رہے۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ غصہ دلانے والے شخص کی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے اگر وہ بچہ ہے تو اُس کی شکایت ہی کیا اُس کو تو یہ بھی نہین معلوم ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے، اگر وہ باپ ہے تو ضرور درگذر کرنے کے لایق ہے اس لئے کہ ہر شخص پر باپ کے اس قدر احسانات ہوتے ہین کہ اُس کے کسی فعل کو برا سمجھنا سعادتمندی کے خلاف ہے علاوہ برین ممکن ہے کہ اُس کی خفگی جائز ہو اور ہمارا غصہ ناجائز، اگر کسی افسر اعلیٰ کی جانب سے حکم کی تعمیل مین غصہ کا اظہار کیا گیا ہے تو یہ خفگی شائد ضرورتاً اور مصلحتاً ہو اور تم کو چاہئے کہ اُس کی رائے کو اپنی رائے سے بہتر سمجھو اگر وہ بادشاہ ہے اور اُس نے تم کو قصوروار سمجھکر سزا دی ہے تو انصاف سے انحراف کیون؟ اگر ان مین سے کوئی بھی

حالت نہین ہے اور تم واقعی بے قصور ہو تو ایسی حالت مین صبر سے
بڑھ کر کوئی نعمت نہین۔

اگر کسی اور سبب سے مثلاً بیماری وغیرہ کے باعث تم کو غصہ آگیا ہو
تو بجائے غصہ کے اگر تم صبر سے کام لوگے تو بہت ہی آسانی سے مصیبت
یا علالت کا یہ زمانہ گذر جائے گا۔

یاد رکھو کہ جو کوئی تمھارے ساتھ برائی کرے گا اگر تم اُس سے
بدلا نہ لوگے تو کوئی دوسرا لے لے گا اور سچ پوچھئے تو جب اُس نے
تمھارے ساتھ بُرائی کی، پہلے اُس نے اپنے پاؤن مین کلہاڑی ماری۔

غرض بچون کو ضبط نفس کی تعلیم دینا اور خود اس کا عادی بننا ایک
ایسی کیمیا ہے جو تم کو دین و دنیا کی لازوال نعمت عطا کرتی ہے متحمل شخص کا دل
جنت کا ایک محل ہے اور غصیل آدمی کا دل دوزخ کی کالی کوٹھری ہے،
اور یہ ہمارے ہی اختیار مین ہے کہ ہم دونون جگھون مین سے کس
جگھہ کو لین

احتیاط

احتیاط پیش بینی یا پیش بندی کو کہتے ہین آؤ تھوڑی دیر کے واسطے ہم اپنے آپ کو ایک جنگلی چوہے کا ساتھی فرض کر لیں اور اُس کے بل مین چلین جو کہ ۳ یا ۴ فٹ گہرا ہے ، یہان ہم کیا دیکھتے ہین کہ ایک کمرہ ہے ایک طرف تنکون اور روئی کا نرم بستر ہے ، دوسری طرف قسم قسم کا غلہ ہے ، گیہون ، جو ، مٹر ، سیم ، اور السی کے دانے بھی موجود ہین جو الگ الگ رکھے ہوئے ہین ، چوہا اپنے منہ سے کچھ دانے نکالتا ہے ، اس کے گال مین دونون طرف چھوٹی چھوٹی تھیلیان ہین جس مین کھیتون مین سے اناج جمع کر کے اپنے گھر لاتا ہے ، جب اناج کی فصل ختم ہو جاتی ہے اور سردی پڑنے لگتی ہے تو یہ اپنے بل کو اندر سے بند کر لیتا ہے اور آرام کے ساتھ اپنی محنت کا پھل کھاتا ہے ، اگر یہ ایسی احتیاط اور پیش بینی نہ کرے تو جاڑے مین ٹھنڈ اور بھوک سے مرجائے ، اب ہم کو اس چھوٹے سے جانور سے سبق لیکر احتیاط کرنی چاہیئے ۔

(۱) تندرستی کی احتیاط۔

بچے اکثر اپنا کھانا بہت جلدی جلدی بغیر چبائے ہوئے کھا لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا ہاضمہ کمزور ہو جاتا ہے اور ہمیشہ بیمار رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ماں اپنے بچوں کو احتیاطاً جلدی جلدی کھانے سے منع کرتی ہے اسی طرح سے وہ پینے کے پانی کو ابالتی ہے کیوں کہ دیکھنے میں تو یہ صاف بلور کے مانند چمکتا ہے لیکن یہ اپنی پیش بینی سے دیکھتی ہے کہ اس میں بیماری کے جرثوم ہیں اور اگر احتیاط نہ ہو تو "ٹائیفائڈ" اور ہیضہ وغیرہ میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہے، اسی طرح سے بعض وقت جب شام کو ہم کہیں جاتے ہیں تو ماں ہم سے گرم کپڑا پہنے ہوئے جانے کو کہتی ہے، اگرچہ اُس وقت کچھ زیادہ ٹھنڈ نہیں ہوتی اور ہم کو ماں کا یہ کہنا بُرا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن ہم لوٹنے کے وقت کا خیال نہیں کرتے اور جب لوٹتے وقت ٹھنڈ ہوتی ہے تو ماں کی احتیاط کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اگر اُسی ٹھنڈ میں بغیر گرم کپڑے کے آتے تو یقیناً زکام وغیرہ ہو جاتا۔ اسی طرح ماں شام کے وقت جب کہ سورج غروب ہو رہا ہے پڑھنے سے روکتی ہے حالانکہ پڑھنا اچھی چیز ہے لیکن اس وقت احتیاط کے خلاف ہے کیونکہ اس سے آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔

اب دیکھنا چاہیے کہ ہم کو کھانے، پینے، پہننے، اور پڑھنے وغیرہ

کیوں احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کہ ہماری تندرستی قائم رہے اگر ہم احتیاط نہیں کریں گے تو یقیناً کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے اور ہماری بیماری کی وجہ سے سارا گھر پریشان ہو جائے گا اور سب تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے، ڈاکٹر اور طبیب کی فیس اور دوا کے خرچ کا بار پڑیگا ہماری خبر داری کے لئے ماں باپ اور گھر بھر بے چین رہے گا۔ ہم کو نہ صرف اپنے ہی واسطے احتیاط کرنی چاہئے بلکہ اپنے محلہ اور عام مخلوق کا بھی خیال رکھنا چاہئے بعض لوگ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ لیکر شہر کی نالیوں وغیرہ میں ڈالدیتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ وہاں پر سڑ کر سارے شہر میں بیماری پھیلے گی، اکثر آدمی بغیر خیال کئے ہوئے کیلے اور خربوزے وغیرہ کے چھلکے گذرگاہ عام پر پھینک دیتے ہیں اور ذرا بھی پروا نہیں کرتے کہ اگر اس پر کسی کا پاؤں پڑ گیا تو وہ پھسل جائے گا اور یا تو اس کے چوٹ لگ جائے گی یا پاؤں میں موچ آجائیگی ہم کو خیال کرنا چاہئے کہ ہم سب ایک زنجیر کی کڑیاں ہیں جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا اثر دوسروں پر بھی ہوتا ہے اور جو دوسرے کرتے ہیں اس کا اثر ہم پر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم کو اہل شہر کی تندرستی کا خیال رکھنا چاہئے، قرآن مجید کے اس حکم پر غور کرو کہ وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ یعنی اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں

مت ڈالو ، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کام مت کرو جن سے ہلاکت کا خطرہ ہو۔

اسی طرح امراض متعدی سے حفاظت کرنا بھی احتیاط کا اقتضا اور اسی حکم مین داخل ہے ، حدیث شریف مین آیا ہے کہ کوڑھی سے ایسے بھاگو جیسے تیر کمان سے جاتا ہے ، یہ کیون اسی لئے کہ کوڑھ متعدی ہے اور کوڑھی کے پاس بیٹھنا احتیاط کے خلاف ہے لیکن عموماً دیکھا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث کے ایسے احکام پر شاذ و نادر ہی لوگ عمل کرتے ہین حالانکہ ایسے امراض مین جو متعدی ہون از روے احکام مذہب و قواعد طب احتیاط لازمی ہے۔

(۲) خطرے اور حاجت مندی کے لئے احتیاط۔

ملک امریکہ کے اصلی باشندون کے لئے جب کہ وہ بالکل وحشی تھے کچھ زمین جنگل سے صاف کر دی گئی تھی تا کہ وہ زراعت کرین ، یہ زمین دریا کے کنارے پر واقع تھی اور اس مین آلو مکا وغیرہ کی کاشت بخوبی ہو سکتی تھی لیکن اُنھون نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے کھیتی نہ کی اُنھین کوئی کاہل تو کہہ نہین سکتا کیونکہ اگر یہ سست ہوتے تو دریا مین گھس کر زندہ مچھلیان کیونکر پکڑتے یا جنگلون مین شکار کے پیچھے پیدل کیون بھاگتے پھرتے ، البتہ ناعاقبت اندیش ضرور تھے اُن کے مزاج مین

پیش بینی نہ ہونے اور اپنی ثمر محنت کے واسطے انتظار نہ کرسکنے کا نتیجہ ہوتا کہ جس وزشکار نہ ملتا اُن کے بال بچے بھوکے مرتے تھے، جس روٹی کو ہم روز کھاتے ہیں اُسی کو دیکھو کس قدر پیش بینی کا نتیجہ ہے، اگر کسان فصل کے وقت زمین جوت کر اس میں گیہوں نہ بوتے اور مہینوں کھیت کے ساتھ اُس کی خبرداری نہ کرتے اور کھیت کاٹ کر غلہ اکھٹا نہ کرتے تو آٹا کہاں سے آتا اور روٹی کیونکر نصیب ہوتی پیش بینی گویا آئندہ حالتوں کو دوربین سے دیکھنا ہے، جیسے دوربین سے دور کی چیز بین نزدیک دکھائی دیتی ہیں اسی طرح اُس شخص کو کہ جسے پیش بینی کی عادت ہوتی ہے آئندہ کے خطرے نظر آجاتے ہیں اور وہ اُن کا پہلے سے انتظام کرلیتا ہے۔

سمندر کے سفر میں "لائٹ ہاؤس" یعنی روشنی کا منارہ پیش بینی کی مثال ہے، یہ منارے جہاز کو خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں، اگر یہ نہوتے تو جہاز چٹان سے ٹکرا کر ڈوب جاتے، "لائف بوٹ" یعنی وہ کشتیاں جو خطرہ کے وقت مسافروں کو بچانے کے لئے جہاز پر رہتی ہیں بے شک بہت اچھی چیز ہیں، لیکن پیش بینی میں لائٹ ہاؤس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

(۱۴) گفتگو میں احتیاط۔

جو لفظ ہم بولتے ہین وہ ایک تیر کے مانند ہے جو کمان سے نکلتا ہے لیکن کوئی دانشمند تیر انداز اپنے تیر کو آنکھ بند کر کے بے پروائی سے نہین چلاتا۔

اگر تمہین کوئی متوالا آدمی راستہ مین ملے جس کو کچھ ہوش نہین ہے کہ وہ کیا کہتا ہے یا کیا کرتا ہے تو مناسب ہے کہ اُس کو چھوڑ کر چلے جاؤ تم شائد اپنے دل مین خیال کرو کہ اگر مین اس سے مہربانی سے بولون گا تو شائد اُس کے دل پر کچھ اثر ہو اور اس بُری عادت کو چھوڑ دے لیکن تم کو ایسا خیال نہین کرنا چاہئے کیونکہ اُس کے ہوش و حواس ٹھکانے نہین ہین، اسی طرح غصہ ور آدمی سے بھی جو کہ اپنے غصہ مین بھرا ہوا ہوتا ہے جہان تک ممکن ہو بات نہ کرو، پھر اگر مجبوری ہو تو اپنی آواز کو نہایت دھیمی اور ملائم کر کے اُس سے بولو، اُس کی آواز تو سخت اور جوش سے بھری ہوئی ہے اور یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کی بھی اُس جیسی ہو اور جب نرم اور ملائم جواب اُس کے کانون مین پڑتا ہے تو وہ تعجب سے بھر جاتا ہے اور ٹھیر جاتا ہے، اُس کو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہوا مین ہاتھ مار رہا ہے، اور اُس کو کوئی سخت چیز مارنے کو نہین ملتی تب اُس کا غصہ دھیما پڑ تا ہے۔ غرض ایک نرم جواب غصہ کو دھیما کرتا ہے۔

اگر ہم کسی لنگڑے کو بیساکھی کے بل چلتے دیکھتے ہین تو ہمارے دل مین افسوس ہوتا ہے لیکن یہ مہربانی نہین ہوگی کہ اُس کی اِس مصیبت ناک حالت پر اُس کے مُونھ پر افسوس ظاہر کرین کیونکہ وہ خود نقص کو جانتا ہے اور تمھارا افسوس کے ساتھ کہنا اُس کے دل پر تیر کی طرح جاکر لگے گا۔

حدیث شریف مین آیا ہے کہ اگر کسی انسان مین کوئی قدرتی عیب ہو تو اُس کی نسبت اشارہ بھی مت کرو، مثلاً کوئی کانا ہے تو تم اپنی آنکھ بند کرکے دوسرے کو اشارہ نہ کرو، اگر خدا نے تمھین اس دنیا کی نعمتین دوسرون سے زیادہ بخشی ہین تو یہ جائز نہین ہے کہ اپنے غریب بھائیون کے سامنے ہر وقت اپنے عیش وعشرت کی چیزون کا ذکر کرو۔

اگر کسی چھوٹے لڑکے کے پاس اچھے اچھے خوبصورت کھلونے ہین تو یہ مناسب نہین ہے کہ کسی غریب بچے کو دکھا دکھا کر للچاوے البتہ اُس موقع پر دکھانا لازم ہے جب باپ مان کی اجازت سے اپنے کسی غریب دوست کو اُن کھلونون مین سے ایک آدھ دینے کا ارادہ ہو تو پھر اُس کے دل کو بھی خوشی ہوگی اور تم کو بھی خوشی ہوگی۔

چغلی کھانا بھی ایک بہت بُری بات ہے، اگر کوئی لڑکا اپنی جماعت مین استاد کے پیچھے اُس کا مُنہ چڑاتا ہو یا اُس کی نقلین کرتا ہو تو خیال کرنا چاہیے

کہ اُس نے خود اپنی شکل کو بگاڑا اور دوسرون کے سامنے خود بیوقوف بنا اور یہ خود اُس کے لئے ایک قسم کی سزا ہے ، اگر تم اپنے کھیل کے میدان مین دیکھتے ہو کہ کسی چھوٹے بچے کو ایک بڑا لڑکا ستا رہا ہے تو مناسب ہے کہ پہلے اُس سے جا کر کہو کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آئے اگر وہ نہ مانے تو اُستاد سے اُسکی شکایت کرنا ضروری ہے ، اِسی طرح اگر تم دیکھتے ہو کہ کوئی جان بوجھکر کسی کی کتاب کو یا کھڑکیون کے کانچ یا باغ وعجائب خانہ وغیرہ کی چیزون کا نقصان کر رہا ہے اور کہنے سے نہین مانتا تو اُس کی بھی شکایت کرنا لازم ہے ، کیون کہ دوسرے کو نقصان پہونچ رہا ہے ۔

ہم کو ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جب ہم بات کرتے ہین تو اپنے لفظون کو گویا ترازو مین تول کر بولتے ہین ۔

(۴) اپنے ساتھیون کا انتخاب کرنا ۔

اگر تمھارے والدین تمھارے واسطے تمھارے دوست یا ساتھی انتخاب کرین تو تم کو بُرا معلوم ہوگا لیکن ایسا انتخاب ہمیشہ والدین یا بڑون کی ہی راے پر چھوڑنا چاہیئے اور اگر خود تم کو ہی انتخاب کرنا پڑے تو تم کو بڑے غور سے کام لینا اور اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ کون اس لائق ہین جو ہمارے دوست بنین ۔

سب سے پہلے تو ہمارے ساتھی کو ہمارے درجہ یا رتبہ کے مطابق ہونا چاہیے
ایک کہانی ہے کہ ایک مٹی کا اور ایک پیتل کا لوٹا ایک دریا کے کنارے تھے
ایک بڑی موج آئی اور اُن کو دریا میں بہا کر لے گئی مٹی کا لوٹا ڈر کے مارے
کانپ رہا تھا اُس کے دل میں یہ خیال تھا کہ کہیں پیتل کے لوٹے سے ٹکرا کر
میں ٹوٹ نہ جاؤں، پیتل کے لوٹے نے اُس کو اس ڈر کی حالت میں دیکھکر
بہت تسلی سے کہا کہ مت ڈرو، میں تمھاری حفاظت کروں گا، مٹی کے
لوٹے نے کہا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ میرے نزدیک نہ آویں،
میں ان موجوں سے نہیں ڈرتا ہوں بلکہ میرے ڈر کے باعث آپ ہی ہیں اور
میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ میرے نزدیک آئے تو میری موت اور بربادی کے
باعث آپ ہی ہوں گے، اب اِس پیتل کے لوٹے سے ہم غصہ ور اور
بیہودہ لڑکے کو تشبیہ دیتے ہیں جو اپنے غریب اور کم حیثیت دوست کے
سامنے شیخی اور فخر کرتا ہے ایسے لڑکے سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے
جو اپنی ماں سے جھوٹ بول کر اور اُس کو دھوکہ دیکر اپنے دل میں بہت
خوش ہوتا ہے، جو اپنے سے چھوٹوں کو ستاتا ہے، اندھے اور محتاج کی
ساتھ شرارت کرتا ہے اور بے زبان جانوروں پر ظلم کرتا ہے۔

(۵) اپنی عادتیں قائم کرنا۔

ہماری زندگی میں ایک وقت ایسا تھا جب کہ ہم پاؤں نہیں چل سکتے تھے

لیکن رفتہ رفتہ ہم کو اپنے پاؤن سے چلنا آگیا اور اب بغیر سوچے سمجھے خوب چل لیتے ہین اسی طرح ہماری عادتین بھی قائم ہوتی ہین اگر چھٹپن ہی سے اپنی عادتین درست کرتے رہین تو جیسے چلنا ہماری عادت مین داخل ہوگیا ہے اسی طرح اور بہت سی باتین ہماری عادت مین داخل ہو جائین گی۔

مثلاً صفائی شائستگی، نیکی وغیرہ کی عادتین، اگر کسی کی عادت بچپن مین زور سے بات کرنے کی پڑ جاتی ہے تو جب وہ بڑا ہوگا تو بھی ایسی ہی رہے گی، ہان عورتون اور لڑکیون کو بے شک غیر محرم سے بات کرتے وقت اپنی آوازون کو رعب دار بنانا چاہیئے، حدیث شریف مین آیا ہے کہ "غیر محرمون سے ایسی آواز سے بات نہ کرو کہ اُن کے نفس تمہاری جانب جُھک پڑین" اِس لئے مصلحتاً آواز مین دبدبہ اور سختی پیدا کرنی چاہیئے اور یہ حکم بھی محض احتیاط کی وجہ سے ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اگر بچے عمدہ عادتین بچپن سے اختیار کرینگے تو جب کہ وہ جوان ہون گے جو کام اُن کے سپرد کیا جاوے گا اُسکو احتیاط دوراندیشی اور استقلال کے ساتھ انجام دین گے

صدق و کذب

(صدق)

تمام اقوال و افعال مین صداقت یعنی ہر ایک بات اور ہر ایک کام مین سچائی تاج انسانیت کا درشہوار ہے۔

عمدہ عادتین بمنزلہ انمول جواہرات کے ہوتی ہین، لیکن ان مین سب سے زیادہ چمکیلا، قیمتی جوہر "صدق" ہے، جس شخص کے پاس یہ موتی ہے وہ ایک ایسی دولت رکھتا ہے جو لازوال، اور زندگی کے تمام مرحلون مین کارآمد ہے، جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے، اُس کا دل کبھی پریشان نہین ہوتا اُس کو کسی سے شرمندگی نہین اُٹھانی پڑتی، اُس کے کاروبار مین صفائی رہتی ہے۔

اگر وہ آقا اور مالک ہے تو اُس کا کے نوکر دل سے اُس کا ادب کرتے ہین، اگر وہ نوکر ہے تو اُس کا مالک اُس کو عزیز رکھتا ہے، تاجر ہے، تو لوگ اُس پر بھروسہ کرتے ہین، اور ہر شخص کا اُس پر اعتبار قائم ہوتا ہے۔

اُس کی طبیعت لالچ اور شیخی سے نفرت کرتی ہے اور اُس کا بہادر دل کسی کی خوشامد کرنا گوارا نہین کرتا، اُس مین سچی غیرت ہوتی ہے، اور ہر آدمی اُس کی عزت کرتا ہے، دوست دشمن سب اُس کی تعریف کرتے ہین، بادشاہ تک کے دل مین سچے آدمی کی عظمت سما جاتی ہے وہ گناہون کی آلائش سے پاک رہتا ہے، اور بدی کا خیال تک پاس نہین پھٹکنے پاتا، اُس کا ایمان کامل ہوتا ہے، اور خدا کا نور اُس کے دل مین اُتر آتا ہے۔

تم بدی کو ایک زہر سمجھو، اور صدق کو تریاق جانو، سچائی تمام بُرائیون کو جڑ سے کھود کر پھینک دیتی ہے اور جس طرح سورج کی روشنی سے رات کی تاریکی غائب ہو جاتی ہے اسی طرح سچائی کے سامنے سب بُرائیان کافور ہو جاتی ہین۔

ایک مرتبہ چند لوگون نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آدمی کا کمال کس بات مین ہے، آپ نے فرمایا "راستی قول اور صدق عمل مین" یعنی بات اور کام کی سچائی مین؛ پس سمجھ لینا چاہیے کہ جب تک انسان کے فعل اور قول مین سچائی نہین وہ کامل نہین ہوتا، آدمی کو چاہیے کہ وہ جو بات کہے سچی کہے، جو نیت یا ارادہ کرے وہ سچے دل کے ساتھ کرے، اور جب وقت آئے تو

ٹھیک ٹھیک اُسی طریقے سے پورا کرے جس طرح ارادہ یا نیت تھی جسطرح انسان کا باطن ہو اُسیطرح ظاہر بھی رکھے، اور اپنے ایمان کو ڈانواں ڈول نہ ہونے دے۔

مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کو کچھ دینے کی نیت تو نہایت سچائی کے ساتھ کرتا ہے، لیکن جب وقت آتا ہے تو اتنا نہین دیتا، جتنی نیت تھی، پس اُس نے نیت تو سچی کی، مگر اُس کے پورا کرنے کے وقت سچائی نہین کی۔

ایک آدمی روزہ نہین رکھتا، لیکن لوگون کے دکھانے کے لئے روزہ دارون کی صورت بنالیتا ہے، پس اس کا ظاہر سچا نہین۔

ایک شخص گناہ سے ڈرتا ہے، مگر گناہ نہین چھوڑتا پس اُس کا ایمان سچا ایمان نہین کہا جاے گا۔

ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ سلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ مین چند خصلتین بہت بُری ہین، اُن مین جھوٹ بولنا بھی شامل ہے اور مین کسی طرح سب خصلتون کو ایک ساتھ نہین چھوڑ سکتا، آنحضرت نے فرمایا کہ "تم صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو" اُس آدمی نے اِس کو آسان سمجھکر مان لیا اور پھر اِس خیال سے کہ اگر معاً کوئی کام کرون گا اور مجھ سے پوچھا جاے گا اگر اقرار کرون گا تو اُس کی سزا ملیگی، اور رسوائی ہوگی اور اگر جھوٹ بولون گا تو اِس کا مین عہد کرچکا ہون اس لئے بُرا کام ہی نہ کرنا اچھا ہے۔

چنانچہ اُس نے سب بُری عادتوں کو ترک کردیا اب غور کرو کہ سچائی کا خیال ہی اُس کا نگہبان تھا۔

حضرت عمرؓ فاروق اپنے زمانۂ خلافت میں تنہا راتوں کو مدینہ کی گلی کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے، ایک رات کو ایک گھر کے پاس سے جب کہ گذر رہے تھے تو آپ نے سنا کہ ایک ماں اور بیٹی میں کچھ گفتگو ہو رہی تھی ماں بیٹی سے کہتی ہے کہ "اُٹھ، اور دودھ میں پانی ملا دے" لڑکی نے کہا کہ "ایسا مت کرو، کیونکہ امیر المومنین نے ممانعت فرمائی ہے" ماں نے کہا کہ "امیر المومنین کو کیا معلوم ہوگا"، بیٹی نے جواب دیا کہ "اگر اُن کو معلوم نہ ہوگا تو خدا تو دیکھتا ہے" اس گفتگو کو سُن کر امیر المومنین آگے چلے گئے، اور جب صبح ہوئی تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت "عاصم" کو اُس لڑکی کا گھر بتلا کر فرمایا کہ "عاصم" وہاں جاؤ، اور اگر اُس لڑکی کی شادی نہیں ہوئی تو اپنا پیغام نکاح دو"۔ چنانچہ حضرت عاصم گئے اور پھر اُن کی شادی ہوگئی۔

اب خیال کرو کہ محض صدق و راستی کے سبب سے خدا نے اُس لڑکی کو کتنا بڑا درجہ عنایت کیا کہ وہ حضرت عمرؓ فاروق کی بہو بنی۔

ایفائے عہد یعنی وعدہ کا پورا کرنا بھی ایک قسم کی صداقت ہے اور خداوند کریم نے تو یہاں تک تاکید کی ہے کہ اُس کی نسبت ارشاد ہے کہ

قیامت کے دن وعدہ کی بازپرس ہوگی ، پس کسی شخص سے جو عہد کرو ، اُس کو سچائی کے ساتھ پورا کردو ، اگر پورا نہین کروگے تو روز محشر اُس کا مواخذہ ہوگا ، اور دنیا مین وعدہ خلاف اور بدعہد کہلاؤگے ۔

حضرت عمرابن عاصؓ فاتح مصر ایک مشہور صحابی اور جنرل گذرے ہین جنہون نے بہت سے ملک فتح کیے تھے ایک مرتبہ کسی عیسائی رئیس سے صلح ہوگئی اور باہم یہ معاہدہ ہوگیا کہ فلان مدت تک عرب عیسائی سرزمین پر دست اندازی نہ کرین گے ، عیسائیون نے اپنی سرحد پر ایک منارہ بنا دیا اور اُس منارہ پر اپنے رئیس کی تصویر بنا کر کھڑی کردی نہین معلوم کس وجہ سے اُس تصویر کی آنکھ مین کچھ نقصان آگیا ، عیسائیون نے شکایت کی کہ مسلمانون نے یہ نقصان پہونچایا ہے ، اور یہ خلاف معاہدگی ہے ، حضرت عمر بن عاصؓ پر یہ سنکر خوف الٰہی سے لرزہ طاری ہوگیا اور اُن سے کہا کہ اگر تمھارے خیال مین یہ کام مسلمانون کا ہے تو تم میری آنکھ کو خراب کردو ، کیونکہ مین عہد کی خلاف ورزی کی تکلیف کو بمقابلہ اِس تکلیف کے زیادہ سمجھتا ہون ۔

عیسائیون نے ایسے سچے اور دلیر سردار کی اس ہمت اور صداقت کی بے انتہا تعریف کی ، اور اپنی شکایت واپس لی ۔

غرض صداقت کا بڑا درجہ ہے ، حق تعالٰی نے قرآن مجید مین

اس کی تعریف کی ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ دوسری جگہہ فرمایاہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (مسلمانو! خداکے غضب سے ڈرو اور سچ بولنے والون کے ساتھ رہو)

(کذب)

جس طرح نور کے مقابلہ مین ظلمت، نیکی کے مقابلہ مین بدی، عزت کے مقابلہ مین ذلت ہے، اسی طرح صداقت کے مقابلہ مین کذب یعنی جھوٹ ہے اور یہ ایک اتنا بڑا گناہ ہے کہ خداوند کریم اپنی لعنت اُن لوگون پر بھیجتا ہے جو جھوٹ بولتے ہین۔

جھوٹ کا سب سے پہلا نتیجہ تو یہ ملتا ہے کہ خود جھوٹ بولنے والے کا دل اُس پر ملامت کرتا رہتا ہے، اور پھر تمام مخلوق مین وہ بے اعتبار ہو جاتا ہے حاکم اور افسر اُس کی بات کو معتبر نہین سمجھتے، اگر وہ خود حاکم و افسر ہوتا ہے تو ماتحتون کے دل مین اُس کی عزت نہین ہوتی، اگر تاجر ہے تو اُس کی ساکھ نہین رہتی، مان باپ، بہن بھائی عزیز قریب دوست اغیار سب اُس کو ذلیل سمجھنے لگتے ہین، ہر جگہہ اور ہر طرف سے اُس پر لعنت اور پھٹکار کی بوچھار ہوتی ہے۔

رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو

اُس بد بو کی وجہ سے جو جھوٹ بولنے کے سبب سے اُس مین پیدا ہو جاتی ہے محافظ فرشتہ میل بھر دور چلا جاتا ہے ، آپ نے تو جانورون تک کے ساتھ جھوٹی کارروائی کو منع فرمایا ہے ، ایک مرتبہ کسی صحابی کا گھوڑا چھوٹ گیا اور وہ صحابی خالی توبرہ دکھلا دکھلا کر اُس کو پکڑنے کی فکر مین ہوئے ، آن حضرت نے اُن صحابی سے پوچھا کہ اِس توبرے مین کچھ ہے ، اُنھون نے جواب دیا کہ کچھ نہین ، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُس مین کچھ دانہ یا گھاس ضرور ڈال لو، ورنہ یہ فعل دغا اور فریب سمجھا جاے گا۔

بچون کے پڑھنے کی ایک کہانی ہے جو نہایت غور سے سمجھنے کے قابل ہے اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹے سے کس طرح اعتبار جاتا ہے اور کیسا نقصان پہونچتا ہے۔

ایک چرواہے کا لڑکا روزمرہ جب بھیڑون کو چراتا تھا تو خواہ مخواہ چلّاتا تھا ، کہ بھیڑیا آیا ، اُس کی اِس آواز پر آس پاس کے لوگ اُس کی مدد کو جاتے ، لیکن وہان پہونچکر دیکھتے تو کوئی بھیڑیا موجود نہ ہوتا ، کچھ دن تک تو ایسا ہی ہوتا رہا ، پھر لوگون نے یہ معلوم کر کے کہ لڑکا جھوٹ موٹ چلّایا کرتا ہے اُس کی مدد کو جانا چھوڑ دیا ، ایک روز واقعی بھیڑیا آیا ، چرواہا چلّاتا رہا لیکن ہمسایون نے پروا نہین کی ، اور بھیڑیا کچھ بھیڑین اُٹھا لے گیا۔

اِس لڑکے کو سچائی کی تعلیم نہیں دی گئی تھی، اِس لئے وہ مذاق اور دل خوش کرنے کے لئے دوسروں کو تکلیف دیتا تھا مگر اُس کے جھوٹ کی سزا اُس کو خود مل گئی۔

اِسی طرح ایک اور قصہ ہے وہ بھی سچ اور جھوٹ کے فائدہ اور نقصان کی نہایت اچھی مثال دکھلاتا ہے۔

ایک بڑھئی کا بسولہ اتفاقاً پانی مین گر گیا اُس نے خدا سے گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ میرا بسولہ نکالدے پانی پر ایک سونے کا بسولہ نمودار ہوا، بڑھئی نے دیکھکر کہا کہ یہ میرا بسولہ نہین ہے، پھر ایک چاندی کا بسولہ سامنے آیا پھر بھی اُس نے یہی کہا کہ یہ بھی میرا بسولہ نہین ہے، پھر وہی لوہے کا بسولہ سامنے آیا، بڑھئی یہ کہکر کہ ہان میرا بسولہ یہی ہے آگے بڑھا اور اُس کو نکال لیا۔

ایک ہمسایہ یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اُس نے دانستہ اپنا بسولہ پانی مین پھینکدیا، اور خدا کے سامنے زار زار رونے لگا، پیشتر کی طرح ایک سونے کا بسولہ ظاہر ہوا لالچ مین آکر بسولہ لینے کو پانی مین قدم رکھا ہی تھا کہ پاؤن پھسل گیا اور وہ وہین غرق ہوگیا۔

دیکھو! پہلے شخص نے سچائی سے کام لیا تو اُس کا بسولہ مل گیا۔ جس سے وہ اپنے کاروبار مین مشغول ہوگیا، دوسرے شخص نے

لالچ سے جھوٹ بولا تو اُس نے لبسولہ تو لبسولہ اپنی جان بھی کھودی۔

خوشامد بھی ایک مرض ہے جس کا جرم یعنی وہ کیڑا جو کسی مرض کو پیدا کرتا ہے جھوٹ ہے، خوشامدی ہمیشہ اپنے فائدہ کے لئے دوسرون کی جھوٹی تعریف کرتے رہتے ہین اور جو نادان ہوتے ہین وہ خوشامد سے پھولے نہین سماتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوشامدی کو جھوٹ بولنے اور خوشامد پسند کو جھوٹ سُننے کا چسکہ پڑجاتا ہے، اور آخرکار دونون کو ذلت اُٹھانی پڑتی ہے، لیکن جو عقلمند آدمی ہوتے ہین وہ فوراً خوشامد کی باتون کو روک دیتے ہین، اور کبھی سُننا پسند نہین کرتے۔

ایک بادشاہ تھا جس کی لوگ ہمیشہ خوشامد کیا کرتے تھے اور اِس درجہ اُن کی خوشامد بڑھ گئی تھی کہ وہ خوشامد مین کہہ دیتے تھے کہ آپ ایسے بادشاہ ہین کہ آپ کا حکم دریا، پہاڑ، جنگل وغیرہ پر بھی چلتا ہے، بادشاہ خوشامد پسند تو نہین تھا، مگر وہ اُن لوگون کو قائل کرنا چاہتا تھا اور اِسی لئے اُن کو خوشامد سے نہ روکتا تھا، ایک روز بادشاہ دریا کے کنارے کرسی لگا کر بیٹھ گیا، اور حکم دیا کہ خبردار میرے پاؤن تک لہرین نہ آنے پائین، مگر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ دریا اُس کا حکم مانتا، جب بادشاہ کے پاؤن تر ہو گئے تو اُس نے اِن خوشامدیون کو بلا کر پوچھا کہ دریا میرا حکم کیون نہین سنتا تم تو کہتے تھے کہ میرا حکم

سب جگہہ چلتا ہے ، اس کے بعد اُس نے سب کو نہایت لعنت ملامت کی اور سب لوگ نہایت شرمندہ و ذلیل ہوئے۔

بعض عورتین اپنی ثروت و حیثیت ظاہر کرنے کے لئے جھوٹا گوٹا یا ملمع کا زیور وغیرہ پہنتی ہین ، یہ بھی جھوٹ ہی کی قسم ہے ، یا دوکاندار خریدار کو بازار کا نرخ مہنگا بتا کر کچھ زیادہ دام لے لیتا ہے ، یا نقلی چیز کو اصلی چیز بتا کر خریدار سے اصلی چیز کی قیمت وصول کر لیتا ہے یا آنکھ بچا کر کم تولتا ہے ، خریدار یہ جان کر کہ اُس کا روپیہ یا پیسہ کھوٹا ہے ، مگر وہ بغیر جتائے ہوئے چلا دیتا ہے ، یا کوئی شخص ایسا مال لاتا ہے جس پر اُس کو سائر محصول ادا کرنا ضرور ہے مگر اُس کو چھپا لیتا ہے ، یا محصول کم ہونے کے لئے اُس کی قیمت کم بتاتا ہے یا ایک ٹھیکہ دار اپنے تخمینہ مین تو اعلیٰ اعلیٰ قسم کی چیزون کے دام لگاتا ہے ، لیکن تعمیر مین سڑی لکڑی ، اور خراب چونہ استعمال کرتا ہے یا کسی بیرسٹر کے پاس کوئی مقدمہ ہے جس کی بابت وہ جانتا ہے کہ فریق ثانی یا اُس کے موکل کا جو مدعی ہے وہ حق بجانب ہے اور اُس کا دعویٰ سچا ہے ، لیکن پھر بھی وہ اپنے موکل کو جتانے کے لئے طرح طرح کی پیچیدگیان ڈال رہا ہے ، یہ سب شجر کذب کی شاخیں ہین۔

کسی شخص کے یہان کوئی آدمی آیا تو اُس کے ساتھ بڑا تپاک ظاہر کیا بال بچون کی خیریت پوچھی ملاقات کا اشتیاق جتلایا، دوبارہ اصرار کے ساتھ تشریف لانے کو کہا نوکرون کے ساتھ ادب قاعدہ کو ملحوظ رکھا، لیکن جب وہ گیا تو اُس کی ہزارون برائیان ہونے لگین، اُس کے آنے پر جھنجھلاہٹ ظاہر کی، نوکرون کو بات بات پر جھڑکیان دینے لگے، اب علاوہ اِس کے کیفیت ہوئی جو کچھ اشتیاق و تپاک ظاہر کیا وہ سب جھوٹ تھا۔ جھوٹ صرف زبان ہی سے نہین بولا جاتا، بلکہ :-

(۱) واقعہ کی اصلیت سے واقف ہونا، لیکن خاموشی سے سنتے رہنا یا ٹال جانا۔

(۲) کسی بات کو کچھ تو کہہ دینا اور کچھ چھپا رکھنا۔

(۳) واقعیت اور اصلیت سے بڑھا، یا گھٹا کر کہنا۔

(۴) ایسی جسمانی حرکات سے کام لینا جن سے انسان دھوکہ کھاکر سچ کو غلط، اور غلط کو سچ سمجھے۔

۵۔ سچی شہادت سے گریز کرنا یا اُس کو چھپانا یہ سب جھوٹ مین داخل ہین، فریب دہی، مکاری، دغابازی، کی عادت بھی جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

جھوٹ کی عادت کوئی مان کے پیٹ سے لیکر پیدا نہین ہوتا بلکہ وہ اپنے مان باپ اور عزیز قریب سے اِس کا آہستہ آہستہ سبق

لیتا ہے ، کیونکہ بالعموم بچون کو اول تو جھوٹ باتون اور حیلے بہانون سے بہلایا جاتا ہے ، پھر وہ چھوٹی چھوٹی باتون مین خود جھوٹ بولنے اور دہوکہ دینے لگتا ہے ، اس کے بعد وہ مشاق ہو جاتا ہے ، اور یہ بُری عادت تمام عمر کے لئے اُس کے دل مین جڑ پکڑ جاتی ہے ۔

جرأت وہمت

ہمت و جرأت کہنے کو تو ایک ذرا سے لفظ ہین ، لیکن اِن کے معنی بڑے وسیع ہین جو مختصر طور پر دل کی مضبوطی ، مصیبت اور مشکل پر صبر کرنے ممنوع خواہشون کو دبانے ، باوجود قدرت کے بدلہ نہ لینے ، دولت حاصل ہونے کے بعد خوف خدا کو قائم رکھنے ، اپنی راے کو سچائی اور آزادی کے ساتھ ظاہر کرنے ، حق بات کو دلیری کے ساتھ کہنے ، مُلکی اور قومی کامون مین بغیر ذاتی فائدہ اور شہرت و نمود کے کوشش کرنے اپنے وطن اور قوم پر جان و مال کو فدا کر دینے کسی نیکی اور بھلائی کے کام مین جو ناکامیان پیش آئین اُن سے بددل نہ ہونے ، جائز طور پر اپنے اور اپنے بال بچون کی روزی بہم پہونچانے ، اور دوسرے لوگون مین عمدہ

عادتین پیدا کرانے کو ہمت و جرأت کہتے ہین ۔

حضرت لقمان جو بڑے حکیم اور پیغمبر گذرے ہین انہون نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی تھی اُس کا ذکر خداوند کریم نے اس طرح قرآن مجید مین کیا ہے یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (بیٹا ! نماز پڑھا کر اور لوگون کو اچھے کامون کے کرنے کی نصیحت کیا کر، اور بُرے کامون سے منع کیا کر ، اور تجھپر جیسی پڑے جھیل، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہین)۔

اسی طرح جب مشرکین مکہ نے رسول خدا صلعم کو اور مسلمانون کو ستایا ، اور طرح طرح کی اذیتین دین تو خداوند تعالی نے یون ہمت دلائی لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (مسلمانو ! تمھارے مالون کے نقصان ، اور تمھاری جانون کے زیان مین ضرور تمھاری آزمائش کی جاے گی ، اور جن لوگون کو تم سے پہلے آسمانی کتاب دی جاچکی ہے اُن سے اور مشرکین سے تم بہت سی ایذا کی باتین سنوگے ، اور اگر صبر کئے رہو اور پرہیزگاری کو

ہاتھ سے نہ جانے دو تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہین)

پس سمجھنا چاہیئے کہ ہمت ایک ایسی صفت ہے جس کی خداوند کریم بھی تعریف اور تلقین کرتا ہے ، ہمت والے آدمی کبھی مضطرب نہین ہوتے اور جس بات کو اچھا سمجھتے ہین کرتے ہین ، وہ مشکلات سے مغلوب ہو کر ہمت نہین ہارتے وہ طرح طرح کی ایذائین سہتے ہین مگر دل کو قوی رکھتے ہین کربلا کا واقعہ ہم سب مسلمانون کو تیرہ سو سال گذر جانے پر بھی آجتک ایسا یاد ہے جیسا کہ کل ہی گذرا تھا ، اور قیامت تک اسی طرح یاد رہے گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور خاندان نبوی پر وہ تمام مصیبتین جو کربلا مین گذرین جن کی مثال روے زمین پر نہین ملتی اُنھون نے اُن پر صبر کیا ، جانین قربان کردین ، مگر ہمت ہار کر وہ کام نہین کیا جس کو وہ برا جانتے تھے ، یعنی یزید کی بیعت نہین کی۔

ہمت والے آدمی جنگ مین جاتے ہین ، خطرے کا مقابلہ کرتے ہین دیکھو ! ایک طرف میدان مین ایک بڑی فوج ایستادہ ہے ، اور دوسری طرف سطح سمندر پر جہازون مین بحری فوج موجود ہے ، ان کے افسر سُرخ اور نیلی وردی پہنے اور سینون پر تمغے لگائے ہوئے صفون کے سامنے کھڑے ہوئے تقریرین کر رہے ہین فوج جنگ کے لئے بیتاب ہے۔

جنگ سے کیا فائدہ ہے ، اپنے ملک کی حفاظت کرنا یا دوسرون کے

ملکون پر حملہ کرنا ، اور اپنے ملک کے دشمنون کو مار ڈالنا ، تو کیا اب ان کا کام مار ڈالنا ہوا کسی کی جان لینا تو بے شک بری بات ہے نہین یہ لوگ اپنے ذاتی فائدے کے لئے نہین بلکہ اپنے ملک کی خاطر اپنا فرض سمجھکر اپنی جانون کو خطرے مین ڈالنا گوارا کر رہے ہین ، اور اس طرح اپنی ہمت کا ثبوت دیتے ہین ۔

حال مین ہی اخبارون مین کپتان اسکاٹ کی موت کا حال چھپتا رہا ہے ، دیکھو اس شخص نے قطب جنوبی کے دریافت کرنے مین کس طرح اپنی جان دیدی ، اس شخص کے دشمن انسان نہ تھے بلکہ قطبی سمندر کا جاڑا ، اور وہان کا برفانی راستہ دشمن تھا ، اُس نے کسی کی جان نہین لی ، لیکن اپنے کام کو جو وہ اپنے ملک کے حق مین اچھا سمجھتا تھا پورا کرنے مین اِس ہمت والے نے اپنی جان دی ،

محنت سے روزی کمانے والون کی ہمت کو بھی دیکھو وہ کوئلے کی کان مین کام کرتے ہین ذرا سا کچھ ہوا کہ جان گئی ، ریل کا انجن چلانے والون کو دیکھو رات کی پروا نہین ، گرمی سردی کا بھی خیال نہین کرتے اگر ذرا سا نیند کا جھپکا لگا تو جلنے کا اندیشہ ، اگر آپس مین ریلین لڑ گیئن تو سب سے پہلے وہی مرے ،

غرض ایسے بے شمار آدمی ہین جو اپنے بال بچون کی پرورش

کے لئے کس ہمت سے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر روزی کماتے ہین۔

دریا پر کشتیان چل رہی ہین، ایک بچہ ایک کشتی مین سے کھیلتے کھیلتے پانی مین گر پڑتا ہے، دریا چڑھاؤ پر ہے، اور موجین مار رہا ہے دوسری کشتی پر ایک شخص سوار ہے، وہ بچّے کو گرتا دیکھتے ہی فوراً کود پڑتا ہے، اور بچّے کو بچا کر اُس کی ماں کے حوالہ کر دیتا ہے اُس شخص کی ہمت بے غرض اور دوسرون کو فائدہ یا مدد پہونچانے کے لئے ہے۔

اِسی طرح اُن بیبیون کو دیکھو جو بلا کسی ذاتی غرض کے اپنے گھرون کا عیش و آرام چھوڑ کر بلکہ اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے لڑائی مین زخمی سپاہیون کی نرس بنکر جاتی ہین اور بغیر کسی ذاتی غرض کے دوسرون کو آرام دینے کے لئے اتنی مصیبتین اُٹھاتی ہین۔

"جانس ہنیوے" کا حال سُنو جس نے چھتری ایجاد کی پہلے پہلے جب یہ شخص بارش مین چھتری لگا کر پھرا کرتا تھا تو لوگ اُس کی ہنسی کیا کرتے تھے، لیکن چونکہ وہ چاہتا تھا کہ لوگ اُس نئی چیز سے فائدہ اُٹھانا سیکھ جائین، ہنسی کی پروا نہین کرتا تھا، اور درحقیقت کسی بھلائی کے کام مین دوسرون کے مضحکہ اُڑانے کی طرف توجہ نہ کرنا

بڑی ہمت وجرأت کا کام ہے۔

ایک چھوٹے بچّے کے ہاتھ میں سیب ہے جس کو وہ بڑے زور سے مٹھی میں دبائے ہوئے ہے، چون کہ وہ سیب کو بہت اچھی چیز سمجھتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ کسی اور کو دے، اب اِس بچّے کو تمام لوگ بہت ہی خود غرض بچّہ کہیں گے اسی طرح سے ہمت بھی ایک اچھی چیز ہے، اگر تمھارے پاس ہے، اور تم کسی دوسرے کو دینا پسند نہیں کرتے ہو تو تم کو بھی خود غرض کہا جائے گا۔ اَب سوال یہ ہے کہ اِس ہمت کو ہم کیسے کسی اور کو دے سکتے ہیں، فرض کرو تم اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ ایک چھوٹے سے پُل پر سے گذر رہے ہو، تم جانتے ہو کہ اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے، تمھارا بھائی چھوٹا ہے اور ڈرتا ہے تم کو چاہیئے کہ اُس کو سمجھاؤ کہ اِس میں کوئی ڈر نہیں ہے، اور اُنگلی پکڑ کر پار لے جاؤ، اب اگر تم اُس بچے کی اس بات پر ہنسو، اور اپنی ہمت کا کچھ حصہ اُسے نہ دو تو تم خود غرض ہو گے۔

ہمت و تحمل میں نفس پر قابو رکھنے کی ضرورت ہے، تحمّل اُس کو کہتے ہیں کہ تکلیف کا بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ ہمت یہ ہے کہ مصیبت کا سامنا کرنے سے نہ ڈرے، لیکن نڈر آدمی کو ہمت والا نہیں کہہ سکتے جیسے بزدل آدمی جہاں خطرہ نہو وہاں بھی خطرہ سمجھتا ہے، مثلاً

بہت سے لوگ ریل مین سفر کرنے سے ڈرتے ہین اور اپنے دل مین ہزارون طرح کے ڈر بنا لیتے ہین ذرا سا ریل نے جھوکا کھایا تو وہ سمجھے کہ بس اَب گئے ،

اسی طرح نڈر شخص خطرے کی جگہہ بھی یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی خطرہ نہین ہے ، جیسے کوئی لڑکا کسی نئے شہر پر گھوڑے پر جس پر کبھی زین نہ کسا گیا ہو سوار ہو جاے اور ایڑ لگاے ، چاہے یہ گھوڑا اِس کا کام ہی تمام کر دے اِس کو ہمت نہین کہتے ، ہمت اُس کو کہتے ہین کہ جب کوئی مصیبت یا خطرہ سر پر آ پڑے اور اُس سے کسی اور طریقہ پہ چھٹکارا ممکن نہ ہو تو اُس خطرہ کا خوشی کے ساتھ بغیر کسی ڈر کے مقابلہ کرے ، اگر کوئی شخص خواہ مخواہ اپنی بہادری دکھانے کے لئے آگ مین کود پڑے تو اُس کو احمق کہنا چاہئے اصل ہمت والا شخص خطرے سے بے خبر نہین ہوتا ، بلکہ جان بوجھ کر دو باتون کا خیال کرتا ہے ، اول تو وہ یہ سوچتا ہے کہ مجھ مین اس کام کے کرنے کی طاقت یا قابلیت ہے یا نہین ، دوسرے وہ سوچتا ہے کہ اپنے آپ کو خطرے مین ڈالنے کا موقع بھی ہے یا نہین ، مثلاً وہ آدمی جو دریا مین بچے کو نکالنے کے لئے کود پڑا وہ خوب جانتا تھا کہ پانی چڑھاو پر ہے ، لیکن اِس کے ساتھ ہی اُس کو یہ بھی معلوم تھا کہ مین تیر سکتا ہون اِس لئے اُس نے وقت ضائع نہ کیا اور بچے کو بچانا اپنا فرض سمجھکر

اور دوسرے کی جان بچانے کی امید مین اپنی جان کو خطرے مین ڈالدیا۔
غرض ہمت اُس پکے ارادے کو کہتے ہین جو کسی خطرے سے نہ ڈگمگائے اگر ضرورت پڑے تو جان بھی چلی جاے مگر اپنے فرض سے مُنہ نہ موڑے۔
ہمت والے آدمی کو خدا اپنے حفظ و امان مین رکھتا ہے، اور ہمیشہ اُس کے کامون مین برکت عطا کرتا ہے۔

پچھا دست ہمت مین زور قضا ہے
مثل ہے کہ "ہمت کا حامی خدا ہے"

صبر و استقلال

تمام والدین کا فرض ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اپنے بچون مین صبر و استقلال کی عادت کو پیدا کرین، یہ وہ صفت ہے کہ جس سے انسان خواہ وہ کسی مرتبہ اور درجہ کا ہو دنیا کی تکلیفات و مشکلات پر فتح پاتا ہے، اور حوصلون اور ارادون مین کامیاب ہوتا ہے مصیبتون مین مستقل رہنا اور تکلیفون پر صبر کرنا اُن کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔
جن لوگون کو صبر کی عادت نہین ہوتی وہ ذراسی مصیبت مین بے چین

ہو جاتے ہین یا جو مستقل مزاج نہین ہوتے وہ تھوڑی سی تکلیف مین گھبرا جاتے ہین ، ظاہر ہے کہ بے چینی اور گھبراہٹ مین جو کام کیا جاے گا وہ کبھی صحیح طریقہ پر نہین ہو سکتا ، اگر بچپن سے بچون کی نشوونما کے ساتھ ان صفات کا خاص طور پر خیال رکھا جاے تو جیسے جیسے بچہ کی نشوونما ہوتی جاے گی ویسے ہی بتدریج یہ صفتین بھی بڑھتی جائین گی اور جب بچہ جوان ہو جاے گا تو یہ صفتین بھی کامل ہو جائین گی ، اُس وقت ہر حالت مین خواہ غربت و افلاس کی ہو ، یا دولت و ثروت کی وہ ایک مسرور زندگی بسر کرے گا ، اور اسطرح تم اپنے بچہ کو وہ لازوال نعمت عطا کر جاؤ گے جس سے وہ آخری دم تک فائدہ اُٹھاے گا ۔

دنیا مین جتنے بڑے بڑے لوگ گذرے ہین جن کا نام ہمیشہ عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے اور جن کے نام سے تاریخ عالم کو زینت ہے اگر تم اُن کی سوانح عمریان غور سے پڑھو تو تم دیکھو گے کہ اُن کی کامیابی کا سنگ بنیاد صبر و استقلال ہی ہے ۔

صبر کی مختصر تعریف یہ ہے کہ انسان اپنی تکلیفات اور مصیبتون کو رضاے الٰہی سمجھکر برداشت کرے اور اپنی خواہشون کے پورا نہ ہونے کی صورت مین طبیعت پر رنج نہ آنے دے ۔

استقلال کی تعریف یہ ہے کہ ہر ایک کام کو دلجمعی اور سہولت کے ساتھ

کرے، خطرہ کے وقت پریشان نہ ہو، مشکلات سے پریشانی پیدا نہ ہونے پائے
اب اِن چند الفاظ کو دنیا کے تمام کاموں پر خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، پھیلا کر دیکھو اور پھر غور کرو کہ بغیر صبر و استقلال کے کوئی اور صورت بھی ہے جس سے کوئی انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

صبر ایک ایسی صفت ہے جو صرف انسان ہی کے لئے مخصوص ہے مذہب اسلام میں جو تکمیل اخلاق کا سب سے بڑا ہادی ہے صبر کی بے انتہا خوبیاں آئی ہیں، قرآن مجید میں ستتر جگہ سے زیادہ صبر کا ذکر ہے۔

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد تو صبر سے خلاق کی پیروی کر اور سب سے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ صبور ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "اے لوگو جب تک تم اپنی نامرادی پر صبر نہیں کرو گے تب تک اپنی مراد پر نہیں پہونچو گے۔

خداوند کریم نے خود صابرین کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ" صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہے "۔

انسان پر دو قسم کی مصیبت ہوتی ہے، ایک وہ جو تقدیرات الٰہی سے پہونچتی ہے اور دوسری وہ جو دوسروں کے ہاتھوں سے پہلی قسم کی

مصیبت مین انسان کو مجبوراً بھی صبر آجاتا ہے ، مگر دوسری قسم کی مصیبت مین صبر آنا بہت مشکل ہوتا ہے ، اور انتقام و معاوضہ کا جذبہ خود بخود دل مین پیدا ہوجاتا ہے مگر باوجود بدلہ لینے کی طاقت کے جو لوگ صبر کرتے ہین وہ درحقیقت بہترین انسان ہوتے ہین ۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور قصہ ہے ، تم نے پڑھا ہوگا کہ وہ مقدس اور برگزیدہ نبی کیسی سخت تکلیفون مین گرفتار تھے ، تمام بدن پھوڑے ، پھنسی مین پک رہا تھا ، طرح طرح کی روحانی اور جسمانی تکلیفین پہونچ رہی تھین ، لیکن صبر و تحمل کی یہ حالت تھی کہ اُف بھی مُنہ سے نہین نکلی اور خدا تعالی کی مرضی پر صابر و شاکر رہے ۔

سب مسلمان جانتے ہین کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو قوم سے کس قدر سخت تکلیفین پہونچین ، مگر آپ نے صبر کے ساتھ برداشت کین ایک دن آن حضرت مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یہ تقسیم خدا کے واسطے نہین ہے یعنی معاذ اللہ بے انصافی سے آپ تقسیم کرتے ہین جب آپکو معلوم ہوا تو فرمایا کہ حق تعالی میرے بھائی موسیٰ پر رحمت کرے ۔ انہین اِس سے زیادہ لوگون نے رنج دیئے ، اور اُنھون نے صبر کیا ۔

ایک صحابی فرماتے ہین کہ جب تک ایمان کے ساتھ لوگون کے دیئے ہوئے رنج پر صبر کرنے کی ہمین قدرت نہ ہو تب تک ہم ایمان کو

ایمان نہین جانتے۔

یہ مثالین نبیون کی ہین اور ممکن ہے کہ تم کہو وہ پیغمبر تھے، اور معمولی انسانون سے بالاتر انسان تھے اِس لئے اُن مین یہ صفات بدرجہ کمال موجود تھین، مگر تم اب اُس ہمدرد قوم کو دیکھو جس نے پینتالیس برس تک قوم کی اصلاح اور ترقی کے کامون مین نہایت استقلال کے ساتھ کوششین کین کوئی اُس کو دیوانہ کہتا تھا، اور کوئی کافر، کوئی اُس کے کام پر ہنسی اڑاتا تھا اور کوئی اُس کی نصیحتون کی باتون کو ایک مجنون کی باتین سمجھتا تھا، کبھی گالیان لکھکر بھیجی جاتی تھین اور کبھی قتل کرنے کی دہمکی دی جاتی تھی اور کوئی اُس کو قوم اور مذہب کا دشمن سمجھتا تھا، غرض کونسی تکلیف اور زحمت تھی جو اُس ہمدرد قوم کو اپنی قوم کے ہاتھ سے نہ پہونچی مگر اُس نے صبر کیا اور استقلال وتحمل کے ساتھ جن کامون کو وہ اپنی قوم کے حق مین مفید اور بھلا سمجھتا تھا اُن مین برابر مصروف رہا، اور آخر کار کامیاب ہوا، اور جب تک قومون کی تاریخ دنیا مین رہیگی سید احمد خان کا نام روشن حرفون مین لکھا جائےگا۔

شہنشاہ ہمایون کو دیکھو کہ جب شیر شاہ سے شکست کھاکر دہلی چھوڑنا پڑی تو وہ ایک عرصہ تک دشمنون کے خوف سے سندھ کے ریگستانون مین بالکل بے سروسامانی سے چھپا پھرا، اور پھر ایران پونچا اور وہان سے

ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور بالآخر اُس نے دشمن سے اپنا تخت واپس لے لیا۔

غور کرو کہ ہندوستان جیسے ملک کا ہاتھ سے جاتا رہنا، بادشاہ کا بے یار و مددگار جنگلوں میں مارے مارے پھرنا، اور پھر تھوڑی سی مدد اور جمعیت کو فراہم کر کے دشمن پر حملہ کرنا اور کھوئے ہوئے ملک کو واپس لے لینا کتنا بڑا کام تھا مگر یہ سب استقلال ہی کی کرامت تھی۔

کوئی کمال جب تک اُس میں استقلال و صبر کے ساتھ محنت نہ کی جائے حاصل نہیں ہوتا، انسانی صنعت کے نمونے جن کو ہم روزمرہ دیکھتے ہیں وہی کامل کہے جا سکتے ہیں جن کے صناعوں نے اُن پر استقلال کے ساتھ محنت کی ہو "میکل انجلو" جو ایک مشہور سنگ تراش تھا، اور اِس فن کے سیکھنے میں اُس نے سالہا سال محنت کی تھی ایک دفعہ ایک سنگ مرمر کا بُت بنا رہا تھا ایک روز اُس کا دوست آیا، اور دیکھکر چلا گیا، کہ وہ اُس کا چہرہ بنا رہا ہے، پھر چند ہفتہ کے بعد اُس نے اُسی چہرہ پر کام کرتے دیکھا اُس نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اس میں اب تک کچھ نہیں بنایا، اور تم ابھی تک چہرہ ہی بنا رہے ہو "میکل انجلو" نے کہا کہ میں نے اِس پر بہت کچھ محنت کی ہے اِس کی پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں میں نے اُن کو نکال دیا، آنکھوں کو درست کیا تا کہ ایک خوشنما اور ہنسمک چہرہ بنا سکوں اِس کے درست کرنے میں

مجھکو چند ہفتے گذر گئے ہین انہی تھوڑی تھوڑی اور باریک چیزون کے درست کرنے مین تو انسان کا کمال معلوم ہوتا ہے۔

غلہ جو روزمرہ ہمارے استعمال مین آتا ہے اِس مین بھی صبر و استقلال ہی کا جلوہ ہے کسان کو دیکھو کہ وہ اپنے کھیت کو کس مستقل مزاجی کے ساتھ ہل بکھر سے بنا تا ہے، جڑین وغیرہ جو کھیت مین ہوتی ہین اُن کو دور کرتا ہے اور پھر لینین بنا کر تخم ریزی کرتا ہے، اُس کے بعد بارش ہوتی ہے کھیتون پر سبزی چھا جاتی ہے اور یہ سر سبز کھیت لہلہاتے ہین، بالین آتی ہین، اُن مین دانہ پڑتا ہے پھر زردی آجاتی ہے، اور بالین پکنی شروع ہوتی ہین اور اس تمام زمانہ کو وہ قدرت کی فیاضی اور مہربانی کی امید پر صبر کے ساتھ بسر کرتا ہے، اِس کے بعد جب کھیت بالکل پک جاتا ہے تو وہ اُس کو کاٹتا ہے اور کھلیان پر جمع کر کے داؤنی کرتا ہے، اب اِس کو پھر ہوا کا انتظار ہوتا ہے، اور جب وہ چلتی ہے تو نہایت محبت کے ساتھ کسان اُڑاؤنی مین مشغول ہو جاتا ہے، بھوسا اُڑ کر ایک جانب جمتا جاتا ہے، اور غلہ کا انبار الگ ہوتا جاتا ہے، اب وہ غلہ گاڑیون مین بھر کر گھر مین جمع ہوتا ہے اِس وقت اس کسان کی مسرت اور خوشی کا اندازہ کرو کہ وہ اپنی پُر استقلال محنت اور صبر کے معاوضہ کو دیکھکر کس قدر خوش اور مسرور ہوتا ہے۔

امریکہ مین ایک نقاش تھا جو صرف چڑیون کی تصویرین بنایا کرتا تھا

وہ جنگلون مین پھر کر طرح طرح کی چڑیون کو دیکھتا ، اور اُن کی تصویرین بناتا
اُس نے ایک ہزار تصویرین بنائی ہون گی کہ اُس کو سفر پیش آیا ، اور
اپنی صنعت و کمال کے نمونون کو اپنے ایک دوست کے ہان رکھوا گیا
سال بھر کے بعد واپس آ کر دیکھا تو وہ سب تصویرین خراب ہو چکی تھین
چوہے کتر گئے تھے ، خیال کرو کہ اُس کو کس قدر صدمہ ہوا ہو گا ، لیکن اُس نے
صبر کیا اور ہمت نہین ہاری ، اور پھر اُس کام کو شروع کر دیا ، یہان تک
کہ دوبارہ پھر اُتنا ہی ذخیرہ ہو گیا ، اور پہلے سے زیادہ خوبصورت بنا۔
اب دیکھو کہ اُس نے ہمت نہ ہارنے ، اور صبر و استقلال سے کام
لینے سے اُس نقصان کی تلافی کر لی ، اور پہلے سے بھی بہتر چیز بنا لی۔
جو طالب علم مستقل مزاجی کے ساتھ اپنا سبق یاد کرتے ہین اور ہر ایک
کتاب کے لئے جتنا وقت درکار ہے پورا وقت اُسی پر صرف کرتے ہین ،
تلون مزاجی کو دخل نہین دیتے وہی کامیاب ہوتے ہین۔
نقشہ بنانے مین بھی اُن کے لئے استقلال ہی سب سے اہم چیز ہے
ایک طالب علم جلدی جلدی لکیرین کھینچ کھانچ کر نقشہ تیار کر دیتا ہے مگر اُس مین
خوبی نہین آتی اور اُستاد کی لعنت ملامت سنتا ہے ، برخلاف اُس کے
دوسرا طالب علم نہایت استقلال کے ساتھ ، بیٹھا ہوا کام کرتا رہتا ہے
اور جو نقشہ تیار کرتا ہے وہ عمدہ اور بہتر ہوتا ہے ، جس سے خود اُس کا

دل باغ باغ ہوتا ہے اور اُستاد سے شاباشی حاصل کرتا ہے۔

ایک نیک بخت غریب ماں اپنے یتیم بچوں کی تربیت و تعلیم میں صبر و استقلال کے ساتھ مشغول رہتی ہے وہ مصیبتوں پر بچوں کے سامنے کوئی اضطراب ظاہر نہیں کرتی جو تکلیفیں گذرتی ہیں اُن کو صبر و شکر کے ساتھ جھیلتی ہے اور ہمیشہ بچوں کی تعلیم کی فکر میں رہتی ہے، دنیا کی کیسی ہی مصیبت کیوں نہ آئے، اُس کو کیسی ہی محنت کیوں نہ کرنی پڑے، مگر کیا ممکن ہے کہ بچوں کی تعلیم کے خیال سے ایک لمحہ کو غافل ہو، وہ ہمیشہ ہر موقع پر استقلال طبیعت کا ثبوت دیتی ہے، اور چند برس گذرنے کے بعد دیکھتی ہے کہ اُس کے بچوں نے یونیورسٹی کی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرلی ہیں، اور اخلاق و صفات حسنہ سے آراستہ ہیں، پھر وہ بچے کاروباری دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور ماں کی تمام مصیبتوں کو دور کردیتے ہیں اگر ماں بے صبری کرتی اُن کی تعلیم میں استقلال سے کام نہ لیتی تو ہرگز بچے تعلیم یافتہ نہ ہوتے۔

زندگی کے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کاموں میں استقلال کی ضرورت ہے اور جس طرح کہ ایک صاحب تاج و تخت کو استقلال کی ضرورت ہے اسی طرح ایک گدائے بینوا بھی اُس کا حاجتمند ہے مصیبت انسان کی کسوٹی ہے، اور کامیابی صرف خوشی کی ایک جھلک جو کبھی کبھی تمہارے

دل کو ہمت دلا دیتی ہے تم کو اپنے مقصد کی تکمیل میں ہمیشہ ہمت کو بلند رکھنا چاہیے، اور اپنی زندگی کے جو فرائض کہ تم نے قرار دیدیے ہیں جب تک کہ اُن سب کو تم پورا نہ کرلو اُن سے مُنہ نہ پھیرنا چاہیے۔

یاد رکھو جب کہ وہ اخیر وقت ہوگا کہ موت کا فرشتہ تمھارے بالین پر بیٹھا ہوگا، تمھاری روح تمھارے جسم کو الوداع کہہ رہی ہوگی، یاس اور نا امیدی تمھارے سامنے کھڑی ہوگی، صدہا حسرتین ایسی ہونگی جن کے نہ نکلنے کا رنج تمھارے دل پر ہو رہا ہوگا، نزع کی حالت اور وہ کرب و بے چینی جو ایسے وقت مین ہوتی ہے تم کو تکلیف دے رہی ہوگی، اُس وقت تمھارا دل اِس خیال سے قوی ہوگا کہ تم نے اخیر وقت تک اپنے فرائض کو انجام دینے کی استقلال کے ساتھ کوشش کی مگر صبر و استقلال ایسی خصلتین نہین ہین جو سبق کے طور پر پڑھانے سے حاصل ہون بلکہ وہ اُن لوگون کی مثال سے حاصل ہوتی ہین جن کے پاس بچے رہتے ہین، اور جن پر اُن کی تربیت کا فرض عائد ہوتا ہے پس ہر مان باپ کو لازم ہے کہ وہ اپنی مثال سے اپنے بچون مین اِن باتون کے پیدا کرنے کی کوشش کرین۔

جو والدین اپنے بچون کی بے صبری اور تلون کا ابتدا ہی سے خیال نہ کرینگے تو اُس کے یہ معنی ہونگے کہ وہ اُن بچون کو ایک دلدل مین پھنسانا چاہتے ہین۔



